ماہنامہ

حنا

MARCH 2007

بہار نمبر

کچھ کمی سی تھی

فرحت شوکت

digestlibrary.com

digestlibrary.com

مکمل ناول

پہلے دن کی طرح آج بھی آفس جاتے ہوئے بے حد مضطرب تھی۔اس نے تو کبھی بھی یہ تصور نہیں کیا تھا کہ وہ ان حالات میں آفس جوائن کرے گی جب سب کچھ ختم ہو چکا ہوگا۔

اس دنیا کی عظیم ہستی سے بچھڑ کر وہ دنیا کا تنہا کیسے مقابلہ کرے گی؟

کیسے وہ خود کو زمانے کے سامنے ڈھال بنائے گی؟

ابھی کچھ دنوں پہلے تک تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ اتنا بڑا سانحہ پیش آئے گا کہ وہ اس دنیا میں اور اپنی ذات میں بالکل اکیلی رہ جائے گی۔

ایک ماہ پہلے کی تو بات تھی کہ پاپا نے اسے انگلینڈ سے بلوایا کہ وہ اس سے فوراً ملنا چاہتے ہیں اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔

وہ جو انگلینڈ میں اپنی اسٹڈیز مکمل کر رہی تھی۔اس کال پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پاکستان پہنچ گئی اور اس وقت اسے شدید دھچکا لگا جب اس نے پاپا کو بیماری کی حالت میں ہاسپٹل کے ایک بیڈ پر لیٹے دیکھا۔

وہ کتنی ہی دیر تک انہیں دیکھتی رہی شاید خود کو یقین دلا رہی تھی کہ اس کے پاپا بالکل ٹھیک ہیں مگر نہیں۔ان کی ظاہری حالت اس کے یقین کو متزلزل کرنے کے لئے کافی تھی۔

وہ بے اختیار آگے بڑھی اور ان کے سینے سے لپٹ کر رونے لگی۔تو پاپا نے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا۔

جب تک وہ سنبھلی، وہ بھی کافی حد تک پرسکون ہو چکے تھے۔وہ اسے آفس کے بارے میں ضروری معاملات سے آگاہ کرنے لگے۔مگر اس نے کچھ بھی سننے سے انکار کر دیا اور ان کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے بولی۔

"نہیں پاپا نہیں، آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔اس طرح مت کریں۔آپ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں

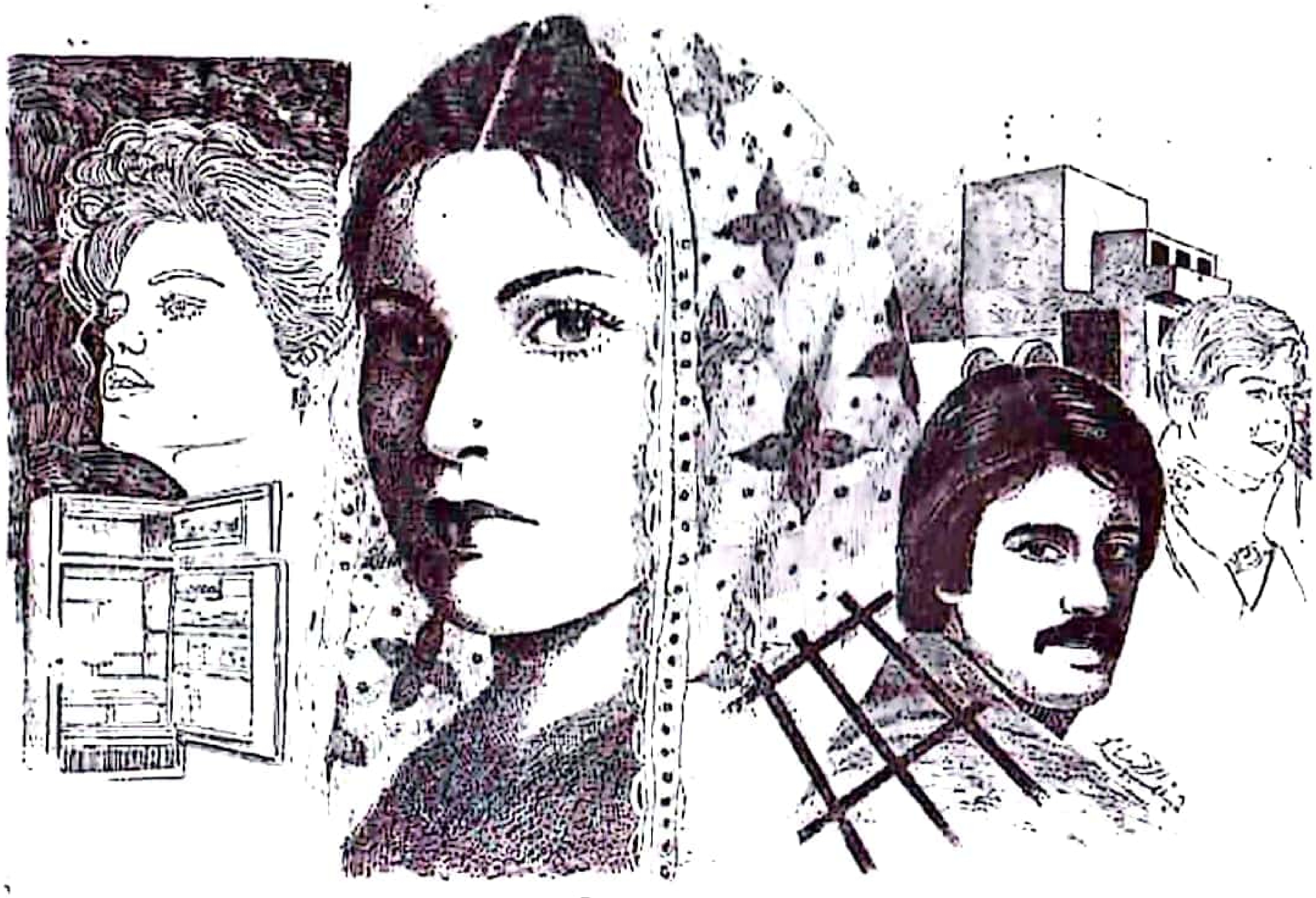

گے اور آپ خود ہی وہ سب کریں گے جو آپ مجھے کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں پاپا! کچھ بھی نہیں۔"

پاپا نے اس کا ہاتھ اپنے کمزور ہاتھوں میں لیا اور بمشکل بولے۔

"روحہ بیٹا! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ بس ایک بات...... تمہیں کوئی بھی پریشانی ہو۔" وہ ذرا سانس لینے کو رکے اور پھر گویا ہوئے۔

"کوئی بھی مشکل ہو بالکل نہیں گھبرانا، حوصلے کے ساتھ سامنا کرنا۔"

اتنا کہنے کے بعد انہوں نے اپنی آنکھیں بند کیں اور اس کے ہاتھ پر ان کی گرفت کمزور پڑنے لگی تو وہ یکدم گھبرا کر سیدھی ہوگئی۔

کئی بار اس نے انہیں پکارا مگر بے سود۔ وہ فوراً ڈاکٹر کو بلا لائی۔ لیکن سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔

وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوگئی اور جب ہوش میں آئی تو بالکل خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔ نجانے اس نے کتنی ہی مرتبہ انہیں پکارا تھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر روتی مگر کوئی شنوائی نہ ملتی۔

آخر تھک ہار کر اس نے پاپا کی نصیحت کے مطابق آفس جوائن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کچھ ضروری فائلز دیکھنے کے بعد وہ اٹھی اور پورے آفس کا جائزہ لینے کے لئے باہر نکل گئی۔

"کیا سمجھتے ہیں آپ لوگ؟ اس طرح کر کے کون سا نیکی کا کام کرتے ہیں۔ پہلے ویکنسیز کے بہانے اخبارات میں دھڑا دھڑ اپنی کمپنیوں کو متعارف کرواتے ہیں پھر انٹرویوز کے لئے غریب لوگوں کو دھکے دے کر نکل جانے پر مجبور کرتے ہیں۔ جب اس سے بھی جی نہیں بھرتا تو آنے والے لوگوں کو "No More" کا سائن بورڈ دکھا کر انہیں چلتا کرتے ہیں۔"

وہ کامن روم کی طرف جا رہی تھی جب غصے اور ناراضگی میں ابھری ایک شخص کی تیز آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا لی۔

وہ پلیٹ کر اس سمت چل پڑی جہاں سے آواز آ رہی تھی۔

وہ انٹرویو روم کے باہر کھڑا تھا اور جس شخص سے وہ بات کر رہا تھا وہ بھی جا چکا تھا۔

وہ اپنی فائل اٹھا کر جانے ہی لگا تھا کہ اسے دیکھ کر رک گیا۔ وہ غالباً اس کمپنی کی اونر تھی۔

اس نے اس کی ڈریسنگ اور ظاہری شخصیت کو نوٹ کرتے ہوئے قیاس آرائی کی۔ جب کہ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کچھ کہنا چاہتے ہیں آپ؟" وہ دو قدم آگے چل کر آئی اور اس سے استفسار کرنے لگی۔

"آپ لوگ کہاں کسی کو اتنا موقع دیتے ہیں کہ کوئی کچھ کہہ سکے۔"

اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"دوسروں کو خاص طور پر غریبوں کو ذلیل کرنے کا تو ایک بہت اچھا موقع ہوتا ہے آپ کے پاس کہ جب دل چاہا انٹرویو کا ڈھونگ رچا کر دوسروں کو بیوقوف بنا دیا۔ کبھی سوچا آپ نے کتنی مشکلوں سے اس انٹرویو روم تک لوگ پہنچتے ہیں۔ خیر چھوڑیئے آپ بھی نہیں سمجھیں گی۔"

اتنا کہہ کر وہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا جبھی وہ بول پڑی۔

"ہو سکتا ہے آج آپ کے سمجھانے پر میں سمجھ ہی جاؤں۔"

"جب آپ اپنے کسی ریلیٹو یا فرینڈ کو ہی اپائنٹ کرنا چاہتے ہیں تو کیا ضرورت ہے سادہ لوح لوگوں کو خوار کرنے کی۔ کون مجبور کرتا ہے آپ کو یہ خواہ مخواہ کا ڈرامہ رچانے پر۔"

اتنے میں ایک پیون اس کی جانب بڑھا تب وہ مزید بولا۔

''میں جانتا ہوں آپ جیسے لوگ سچائی کا منہ اپنے ملازموں کے ذریعے دھکے دے کر بند کرتے ہیں۔''

وہ پیون اب تک اس کے قریب آ چکا تھا مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا اور اس سے مخاطب ہوئی۔

''آپ کو شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جہاں تک میرے علم میں ہے ہمارے آفس میں سفارش پر مبنی کوئی کام نہیں ہوتا۔''

اس کی بات پر وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔

''شاید بہت زیادہ جانتی ہیں آپ اپنے آفس کے بارے میں۔''

وہ اس کے پر اعتماد انداز میں کہی گئی اس بات پر تھوڑی سی نروس ہو گئی۔

''آپ میرے آفس میں آیئے باقی بات وہیں ہو گی۔''

شاید وہ اس کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ ان کے آفس میں کبھی بھی سفارش یا رشوت کے بل بوتے پر کسی کو اپائنٹ نہیں کیا جاتا۔

وہ نہ چاہنے کے باوجود اس کے پیچھے ہو لیا۔

اس کے آفس میں داخل ہوتے ہی اسے ایک دم ٹھنڈک کا بھرپور احساس ہوا۔ وہ ایک بہت بڑا روم تھا۔ سامنے ہی ایک شیشے کی خوبصورت میز پر کمپیوٹر اور دیگر اشیاء ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ آفس چیئر کے پیچھے ایک بڑی سی گلاس ونڈو تھی جو سڑک کی جانب کھلتی تھی مگر دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لئے اس پر بھاری اور نفیس سے پردے پڑے تھے۔ بائیں سائیڈ پر میرون کلر کے مخملی صوفے سیٹ رکھے ہوئے تھے اور اس کے آگے سنٹرل ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔

دائیں سائیڈ پر ایک کارنر میں ایک بک شیلف بنا ہوا تھا اور ساتھ ہی ایک چھوٹی سی ٹیبل پر کمپیوٹر اور فائلز وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔

digestlibrary.com

وہ چیئر پر بیٹھ گئی اور اسے اپنے سامنے رکھی چیئر کی طرف اشارہ کر کے بیٹھنے کے لئے کہا۔

''جی تو کیا کہہ رہے تھے آپ کو ہم پہلے ہی سلیکشن کر چکے ہوتے ہیں۔'' اس نے اس کے بیٹھنے کے بعد کہا۔

''جی ہاں۔'' وہ پر اعتماد انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

وہ انٹرکام پر کسی کو اپنے کمرے میں بلانے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک شخص اجازت لے کر آفس میں داخل ہوا۔

''آیئے شکیل صاحب!''

وہ ایک پختہ عمر کا شخص تھا۔ شاید سلیکشن کا کنٹرول اسی کے ہاتھ میں تھا۔

''آج جس سیٹ کے لئے آپ نے سلیکشن کی ہے اس کو جانتے ہیں آپ؟'' اس نے پوچھا۔

''جی اصل میں میڈم! مجھے وہی شخص سوٹ کرتا تھا اس سیٹ کے لئے لہٰذا......''

''میں نے یہ پوچھا ہے آپ جانتے ہیں اس شخص کو؟'' اس نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔

''جی، جی ہاں میں جانتا ہوں۔'' وہ رک کر بولا۔

''ٹھیک ہے اگر آپ اسے جانتے ہیں تو کوئی بات نہیں لیکن اگر وہ شخص اس سیٹ کا اہل نہ ہوا تو اسے فوراً آؤٹ کر دیجئے گا۔ آپ اپنی ڈاکومنٹس مجھے دکھایئے پلیز۔''

وہ شکیل صاحب سے کہہ کر اس سے مخاطب ہوئی۔

اس نے اپنی فائل اُن کی طرف بڑھا دی۔

تو وہ انٹرکام پر اپائنٹ کیئے جانے والے شخص کو بھی ڈاکومنٹس منگوا کر بغور جائزہ لینے لگی۔

جس کو اپائنٹ کیا گیا تھا۔ اس کی تعلیم بے حد کم تھی اور اکیڈمک ریکارڈ بھی بے حد کمزور تھا۔

جب کہ سامنے بیٹھے شخص نے ایم بی اے کے ساتھ مختلف کمپیوٹر کورسز بھی کر رکھے تھے۔

وہ جوں جوں موازنہ کر رہی تھی اس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

اسے اچھی طرح یاد تھا کہ پاپا کبھی بھی اپنے آفس میں کسی سفارش کو اپائنٹ نہیں کرتے تھے۔ ان پر کسی بھی قسم کا دباؤ ڈالا جاتا وہ اپنے فیصلے میں اٹل ہوتے تھے۔ وہ صرف اسی شخص کو اہل سمجھتے تھے جس کا تعلیمی ریکارڈ صاف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بہترین کردار پر بھی اعتماد ہوتا تھا۔

اور اب...... اب وہ کیسے ان کے اس اصول کو ختم کر سکتی تھی۔

اسے شکیل صاحب سے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی اپنے رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور وہ کتنے یقین کے ساتھ اس سے کہہ رہی تھی کہ اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یکدم ہی وہ پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''شکیل صاحب! یہ دونوں ڈاکومنٹس پڑھیئے اور مجھے بتایئے یہ شخص کس لحاظ سے اس سیٹ پر سوٹ کرتا ہے؟''

اس نے فائلز اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر تک وہ ڈاکومنٹس پڑھتے رہے پھر شرمندہ لہجے میں بولے۔

''سوری میڈم! غلطی ہو گئی ہے۔''

''اس کو ابھی فوراً فارغ کیجئے۔'' وہ بولی۔

''اب آپ جا سکتے ہیں۔''

وہ اثبات میں سر ہلا کر چلے گئے تو وہ جو خاموشی سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھیے پلیز۔''

وہ اپنی اس غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی تھی کہ

اس نے سلیکشن روم میں جا کر خود چیک کیوں نہیں کیا تھا اور اب اصل شخص کو اس کا جائز حق دینا چاہتی تھی لیکن ۔

"تھینکس ۔" اس نے متانت سے کہا۔

"میں پہلے ہی آپ کا کافی وقت لے چکا ہوں اب مجھے اجازت دیجیے۔"

"کوئی بات نہیں، آپ بیٹھیے پلیز۔"

اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے بیٹھنے کو کہا اور انٹرکام پر ایک اپائنٹمنٹ لیٹر ٹائپ کرنے کے لئے کہنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ اپائنٹمنٹ لیٹر اس کے ہاتھ میں تھا وہ اسے دیتے ہوئے بولی۔

"یہ لیجیے، آپ کی جاب کنفرم ہو گئی ہے۔ آپ کل سے آفس جوائن کر سکتے ہیں۔"

وہ حیران حیران سا اسے دیکھنے لگا پھر اپنی حیرانگی پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"سوری میم! میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا کہ آپ مجھ سے ہمدردی کریں اور بدلے میں یہ......"

اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا مگر اس نے فوراً اس کی بات کاٹ دی اور بولی۔

"آپ کو کس نے کہا کہ مجھے آپ سے کوئی ہمدردی ہے۔ میں تو آپ کا حق آپ کو دے رہی ہوں۔ آپ کی جگہ کوئی دوسرا بھی ہوتا تو میں اس کے لئے بھی یہی کرتی۔ لے لیجیے پلیز۔ بلکہ پورے استحقاق کے ساتھ لیجیے کہ اپنے حق کو کبھی بھی چھوڑنا نہیں چاہیے۔" وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔

وہ چند ثانیے تک خاموشی سے بیٹھا رہا۔ بالآخر اس نے اس سے وہ پیپر لے لیا جواب تک وہ اس کی طرف بڑھائے ہوئے تھی۔

"تھینکس۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"ویلکم، یہ بتائیے کیا لیں گے آپ، چائے یا کافی؟" وہ ریسیور ہاتھ میں لیتے ہوئی بولی۔

"جی کچھ نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ جذبات میں آ کر بہت کچھ کہہ گیا تھا۔ حالانکہ وہ فطری طور پر ایسا ہرگز نہیں تھا۔ مگر انسان کا ضبط بھی تو کوئی اہمیت رکھتا ہے۔

وہ نجانے کتنی ہی جگہوں سے واپس لوٹا تھا۔ کہیں پر تجربہ مانگتے تھے تو کہیں پہلے سے ہی سیٹ ریزرو ہو چکی ہوتی تھی۔ پچھلے دو سال سے وہ جاب کے لئے مسلسل کوششیں کر رہا تھا مگر تا حال اسے کوئی کامیابی نہ ہو سکی تھی اور یہاں آ کر بھی جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ سلیکشن تو بہت پہلے ہی ہو چکی ہے بس یہ انٹرویو وغیرہ تو خانہ پوری کے لئے کیا جا رہا ہے تو اس کا ضبط جواب دے گیا تھا مگر اسے کیا معلوم تھا وہ اس کی بات سن کر فوراً اتنا بڑا اسٹیپ لے گی کہ اس کے ہاتھ میں اپائنٹمنٹ لیٹر تھما دے گی۔ وہ بغور اس لیٹر کو دیکھ رہا تھا۔ نجانے کب سے وہ اور اس کے گھر والے کب سے اس بے جان کاغذ کے پرزے کا انتظار کر رہے تھے مگر ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا اس کے باوجود وہ اور گھر والے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے۔

امی نجانے کتنے کتنے گھنٹوں تک اس کی ملازمت کے لئے جاء نماز پر بیٹھی خدا کے حضور روتے ہوئے دعائیں مانگتیں۔ آپی اس کے انٹرویو والے روز اس پر نجانے کون کون سی آیات پڑھ پڑھ کر پھونکتی تھیں۔ ماں اور بہنوں کی امیدوں کا وہ واحد مرکز تھا۔ اسے بھی اپنی ذمہ داریوں کا بھرپور احساس تھا مگر وہ حالات کے ہاتھوں مجبور تھا۔

وہاں سے نکل کر وہ سیدھا گھر کی طرف چل پڑا۔

"السلام وعلیکم بھیا!" نازیہ نے دروازہ کھولتے ہی اسے سلام کیا اور دروازہ بند کر کے اس کے بایاں بازو پکڑے اس کے ساتھ ساتھ

digestlibrary.com

چلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی بھیا آج بہت دیر کر دی آپ نے۔''

''ہاں بس ایک ضروری کام تھا۔''

''میں آپ کے لیے سکنجبین بنا کر لاتی ہوں۔'' اسے کہہ کر وہ کچن کی طرف چل پڑی اور وہ امی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''السلام وعلیکم امی!'' اس نے سلام کیا تو انہوں نے اس کی کشادہ پیشانی چوم ڈالی۔

''امی یہ لیں۔'' وہ ان کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے بولا تو وہ حیرانگی سے اس کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھنے لگیں۔

وہ نا سمجھی کے عالم میں بولیں۔

''امی یہ میرا اپائنٹمنٹ لیٹر ہے۔'' اس کی آواز میں عجیب سی خوشی شامل تھی۔

''مجھے جاب مل گئی ہے۔''

اس کی بات سن کر وہ آبدیدہ ہو گئیں اور پھر بے اختیار رونے لگیں۔

''امی یہ کیا؟'' وہ ان کے آنسو دیکھ کر یکدم پریشان ہو گیا۔

وہ مسلسل رو رہی تھیں۔ اس نے فوراً ان کے آنسو صاف کیئے تو وہ محبت سے اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔

''اللہ تمہیں ڈھیر ساری کامیابیاں دے میرے چاند یہ تو بس خوشی کے آنسو تھے۔'' وہ دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

تب ہی آپی اندر داخل ہوئیں اور اس کے ہاتھ میں اپائنٹمنٹ لیٹر دیکھ کر خوشی سے اس کی طرف بڑھ گئیں۔

''مٹھائی کیوں نہیں لائے؟'' وہ محبت سے شکوہ کرتے ہوئے بولیں۔

''ابھی لے کر آتا ہوں آپی۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

''جی نہیں پہلے میرے ہاتھ کی شکنجبین پیئیں پھر کہیں جایئے گا۔'' نازیہ اسے اٹھتے ہوئے دیکھ کر فوراً بولی اور جلدی سے گلاس اس کی طرف بڑھا کر اسے دونوں ہاتھوں کی مدد سے دوبارہ وہیں بٹھا دیا تو اس نے محبت سے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگا دی۔

وہ اپنی اس جاب سے بہت مطمئن تھا۔ پچھلے دو ماہ میں اس نے اچھی کارکردگی پیش کی تھی۔ جس سے وہ بھی بے حد خوش تھی۔

''ایکسکیوزمی میم!'' وہ اپنی گاڑی کا لاک کھول رہی تھی جب اس نے اپنے پیچھے اس کی آواز سنی۔

وہ اس کے آفس سے نکلنے کے بعد اپنے کیبن سے نکل کر جلدی سے اس تک پہنچنا چاہتا تھا مگر اس کے کیبن سے پارکنگ تک کا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ وہ دو، دو، تین، تین سیڑھیاں پھلانگتا اس تک جا پہنچا تھا۔ وہ کئی دن سے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ہر بار اس کی کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ جاتی تو کبھی وہ میٹنگز میں مصروف ملتی۔ مگر آج اس نے ہر حال میں اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ لاک کھولتے کھولتے رک سی گئی اور سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''آں، اس وقت؟'' اس نے بائیں ہاتھ میں بندھی رسٹ واچ پر ایک نظر ڈال کر قدرے پس و پیش سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت ضروری ہے کیا؟''

وہ آج جلدی گھر پہنچنا چاہتی تھی کیونکہ دس بجے تک اسے اپنی فرینڈ کی مہندی میں شرکت کرنی تھی اور اب اسے بہت دیر ہو رہی تھی۔

''جب آپ مناسب سمجھیں۔'' اس نے

کہا۔

یہ بھی بہت تھا کہ اسے بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

''ٹھیک ہے میں کل لنچ ٹائم میں آپ کو اپنے آفس میں کال کرلوں گی۔'' اس نے وقت طے کیا اور گاڑی کا لاک کھول کر بیٹھ گئی تو وہ بھی اپنے اسٹاپ کی طرف چل پڑا۔

''مے آئی کم ان میم!''

اگلے دن وہ اجازت لے کر اندر داخل ہوا اور اس کے اشارہ کرنے پر اس کے سامنے والی کرسی پر براجمان ہوگیا۔

اس نے ابھی ابھی اسے اپنے آفس میں بلوایا تھا۔

''جی کہیئے، آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟'' وہ فائل بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ گویا ہوا۔

''میم! اصل میں، میں آپ کو ایک مسئلے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔''

اس کی بات پر وہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''پچھلے کچھ دنوں سے ہماری تیار کی گئیں کاٹن شرٹس اور سلک شرٹس میں متواتر شکائتیں آ رہی ہیں اور یہ شکایتیں بھی ان کی طرف سے ہیں جو عرصہ دراز سے ہماری کمپنی سے مال خریدتی آ رہی ہیں۔ شروع شروع میں تو ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر اب دو تین ماہ سے کچھ ردو بدل کی جا رہی ہے۔ جب میں نے یہ تمام شکایتیں سنیں اور فیکٹری جا کر وہاں پر استعمال ہونے والا میٹریل چیک کیا تو وہ بے حد ناقص تھا۔ بٹن اور دھاگوں پر کم سے کم خرچ کرنے کی غرض سے بے حد ستا دھاگہ اور بٹن استعمال کیئے جا رہے ہیں جس کی بنا پر شرٹس میں وہ چارم ہی نظر نہیں آتا جو پہلے ہوتا تھا۔'' وہ مزید بولا۔

''اس کے علاوہ امیر اینڈ سنز کو ان کا مال بروقت نہ ملنے پر انہوں نے اپنا کانٹریکٹ واپس لے لیا ہے اور اس طرح کسی بھی کمپنی کا کانٹریکٹ واپس لے لینا ہماری کمپنی کی ساکھ کو متاثر کر سکتا ہے۔''

وہ دم سادھے یہ سب سنتی رہی وہ اپنی نظریں مسلسل اس پر جمائے ہوئے تھی۔ اسے اس کی آواز دور سے آتی سنائی دے رہی تھی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

وہ اتنی بے خبر؟

فیکٹری کا چارج ناصر صاحب کے پاس تھا جو پاپا کے ساتھ کئی سالوں سے کام کرتے آ رہے تھے۔ اسے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اس نے فوراً فیکٹری میں ہونے والے کاموں کا جائزہ لیا۔

اس کی ایک ایک بات سچ تھی۔ میٹریل ناقص ہونے کے باعث اب تک نئی کمپنیوں نے کانٹریکٹس واپس لے لئے تھے۔

یہ سب جان کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

اتنی زیادہ بد دیانتی؟

اتنی بے اعتباری؟

''میرے سر پر کسی سرپرستی کے نہ ہونے کا اتنا بڑا فائدہ اٹھایا جا رہا تھا؟ میں یہ سب نہیں کر سکتی پاپا۔ میں نے آپ سے کہا تھا میں اتنا بڑا بزنس نہیں سنبھال سکتی۔ دنیا اور اس کے لوگ اتنے بے رحم اور مطلب پرست ہیں پاپا کہ آپ کی بیٹی سے کوئی بھی ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔''

اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

وہ کب سے اس کی کیفیت کو نوٹ کر رہا تھا مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟''

بالآخر وہ بول پڑا۔

اس کے نرمی سے مخاطب ہونے پر اس کی آنکھیں چھلک پڑیں اور وہ ہاتھوں میں منہ دے

کر رونے لگ گئی۔

ہوتا ہے ناں ایسے کہ جب آپ کو اپنی تنہائی کا شدت سے احساس ہو اور پھر اس تنہائی پر بے بسی غالب آ جائے تو ضبط کے تمام بندھن ایک نرم سی آواز پر ٹوٹنے لگتے ہیں اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ کوئی ہو جو آپ کے درد کو سمجھے اور اپنے ہونے کا احساس دلائے۔

اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ جو اتنی دیر سے ضبط کیئے بیٹھی تھی اس کے دو جملے پر ہی وہ اپنا اختیار کھو بیٹھی تھی۔

جب کہ وہ اسے یوں اچانک روتے ہوئے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

وہ اپنی چیئر پر سے اٹھا اور ٹیبل پر سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلنے لگا۔

"یہ...... پانی پی لیجیئے پلیز۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے مخاطب کرے اور کیسے اسے چپ کروائے۔

وہ اب میز پر دونوں بازوؤں کے درمیان سر رکھے رو رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک پانی کا گلاس ہاتھ میں لیئے کھڑا رہا۔ پھر ہمت کر کے میز کی دوسری طرف جا کر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر قدرے جھک کر آرام سے بولا۔

"پلیز چپ ہو جائیں۔ رونے سے تو مسئلے حل نہیں ہوتے ناں اور ویسے بھی سب ٹھیک ہو جائے گا آپ فکر مت کریں۔"

اس کے قریب سے آتی آواز پر اس کی شدت سے رونے میں کمی آ گئی تھی۔

اس نے آہستگی سے سر اٹھایا اور دو[نوں] ہاتھوں سے آنکھیں رگڑ کر صاف کر[نے] لگی۔

وہ اپنے بائیں طرف اس کی موجودگی سے شرمسار ہو گئی۔

نجانے وہ کیا سوچتا ہو گا؟

"مجھے اپنے اوپر کنٹرول رکھنا چاہیے تھا۔ میں کیوں اس کے سامنے اتنی کمزور پڑ گئی تھی کہ......" اس سے آگے اس سے سوچا ہی نہ گیا۔

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"یہ لیجیئے"

اس نے سنبھلتی حالت دیکھ کر اس نے گلاس اس کی طرف بڑھایا جو اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے فوراً لے لیا۔

چند ہی لمحوں میں وہ گلاس خالی کر چکی تھی۔

وہ اب کافی حد تک پرسکون لگ رہی تھی۔

اس دوران وہ خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ بے حد افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی کانپتی پلکیں اس کے اندر کی کیفیت کو عیاں کر رہی تھیں۔ وہ اضطراب کی حالت میں اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر انہیں دیکھنے میں منہمک ہو گئی۔ اسے اپنے آفس کے لوگوں کی بددیانتی کے دکھ کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے رونے پر بے حد شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہیے ایک فائل پر آصف صاحب سے کچھ......"

"نہیں ابھی آپ بیٹھیے مجھے آپ سے ناصر صاحب کے سلسلے میں کچھ بات کرنی ہے۔"

اس کے روکنے پر وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔

"آپ یہ پیپر ناصر صاحب کو دے دیجیے اور انہیں فوراً کمپنی سے واک آؤٹ کرنے کے لئے کہہ دیجیے۔"

وہ قطعی انداز میں بولی تو وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ، آپ ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچ لیجیئے گا۔ وہ بہت تجربہ کار ہیں۔"

"تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو اپنے آفس میں جگہ دوں جو انتہائی غیر دیانتدار شخص ہے۔ جس نے صرف پیسوں کے لالچ میں کمپنی کے اعتماد کو توڑا ہے۔ نہیں ہر گز

digestlibrary.com

نہیں۔" وہ مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔
"میں آپ سے ایک بات کرنا چاہ رہا تھا۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولا مبادا وہ سننے سے انکار نہ کردے۔
"جی بولیئے۔"
"ناصر صاحب بہت تجربہ کار ہیں۔ ایسا کرنے سے کمپنی کو بہت نقصان ہوسکتا ہے۔ وہ اس کمپنی کے بہت سے پرابلمز کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کم ازکم انہیں ایک موقع تو ملنا چاہیے۔"
"نہیں آیان صاحب مجھے کسی نقصان کی پرواہ نہیں ہے۔"
"پلیز آپ میری بات سمجھنے......"
"کیا سمجھوں میں تمہاری بات کو ہاں۔" وہ قدرے سخت لہجے میں گویا ہوئی۔
"ان کو ایسا کرتے وقت شرم نہیں آئی۔ کم ازکم پاپا کے احسانوں کو تو یاد کیا ہوتا اور ویسے بھی آیان مجھے لفظ "اعتبار" پر بہت اعتماد ہے اور جس کسی نے بھی میرا یہ اعتماد توڑا ناں میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"
وہ مستحکم لہجے میں بولی تو وہ یکدم چپ ہو گیا۔
وہ تو بس یہ چاہتا تھا کہ وہ ایک بار اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلے تاکہ بعد میں کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مگر وہ تو شاید کوئی بات سننے کی روادار نہیں تھی۔ سو وہ اسی خاموشی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔
"تمہیں میری کوئی بات بری تو نہیں لگی آیان۔"
اچانک اسے اس کے ساتھ اپنے سخت رویے پر شرمندگی ہونے لگی۔
"نہیں بالکل نہیں۔" اس نے جواب دیا۔
اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

"کہاں جارہے ہو، آیان؟"
وہ فٹ پاتھ پر چل رہا تھا جب اسے سڑک پر اپنے قریب گاڑی رکنے کے ساتھ ساتھ اس کی بھی آواز سنائی دی۔
وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔
"جی گھر جارہا ہوں۔" اس نے قدرے جھک کر جواب دیا۔
"آؤ میں ڈراپ کردوں گی۔" اس نے لفٹ دینا چاہی۔
"نو تھینکس، میں چلا جاؤں گا۔" وہ بولا۔
"وین آنے والی ہے۔"
"کوئی بات نہیں میں بھی اسی روٹ پر جارہی ہوں تمہیں بھی ڈراپ کردوں گی۔"
"نہیں، بس میں چلا جاؤں گا بہت شکریہ آپ کا۔"
اس کے دوبارہ انکار پر وہ اندر ہی اندر جز بز ہوکر رہ گئی۔
"خود کو سمجھتا کیا ہے؟"
وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی اور گاڑی کو آگے بڑھا لے گئی۔
پتہ نہیں کیوں اسے اس کا محتاط سا رویہ اچھا لگتا تھا مگر اس کے باوجود وہ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس سے بات کرتے ہوئے خود کو بہت ہلکا پھلکا سا محسوس کرتی تھی۔ جب کہ وہ اس سے کوئی بھی بات کرتے وقت نظریں نیچی کیئے رکھتا بس ضرورتاً اس کی جانب دیکھتا ورنہ گریز ہی کرتا۔
اسے سوچتے سوچتے وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور اسے اپنی یہ ہنسی بہت بھلی لگ رہی تھی۔ سو کافی دیر تک وہ مسکرائے گئی۔
اس کے گھر پہنچنے تک اچانک ہی بارش شروع ہوگئی تو موسم ایک دم سرد سرد سا ہوگیا۔
اس نے گاڑی گیراج میں کھڑی کی اور لان میں برستی پھوار میں بھیگنے کے لئے کھڑی ہوگئی۔
ننھے ننھے قطروں سے اپنی ہتھیلی میں پانی جمع کرتی

اور زور سے انہیں آسمان کی طرف اچھال دیتی۔
کافی دیر تک وہ یہی عمل دہراتی رہی حتیٰ کہ وہ مکمل طور پر بھیگ چکی تھی۔
''پتہ نہیں آیان کو وین ملی بھی ہو گی یا نہیں؟'' اس نے اچانک سوچا۔
''بارش تو تیز ہو رہی ہے کہیں وہ بھیگ نہ گیا ہو۔''
اسے سوچنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔
''مگر کیوں؟''
وہ یکدم پریشان ہو گئی مگر اگلے ہی لمحے اس کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ در آئی۔

وہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی۔ اسے صبح سے ہی شدید بخار محسوس ہو رہا تھا۔ وہ میڈیسن لے کر دوبارہ سو گئی تھی مگر اب شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اسے بالکل امید نہیں تھی کہ وہ اتنی دیر تک اور گہری نیند سوتی رہے گی۔
آج وہ آفس بھی نہیں جا سکی تھی۔ وہ بستر سے نکل آئی اور فیس واش کر کے دوبارہ بستر میں گھس گئی۔ اسے بے حد کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔
اپنی تنہائی اور اکیلے پن نے اسے ایک بار پھر رلا دیا تھا۔
نجانے دنیا میں ایک وہی کیوں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ بھی ماما اور پاپا کے ساتھ اس دنیا سے چلی جاتی تو کیا ہرج تھا؟ اس کے دم سے تو دنیا میں رونق نہیں تھی۔ پھر وہ کیوں زندہ تھی؟
تکلیف میں انسان کو اپنے اکیلے پن کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ اسے بھی اس وقت کسی ہمدرد اور مہربان کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔
مگر کون تھا؟ جو اس سے اظہار اپنائیت کر کے اسے اس کے ہونے کا یقین دلاتا اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس نے تھک کر صوفے کی بیک پر سر ڈال دیا۔

''یس۔''
دروازے پر ہونے والی ناک کے جواب میں اس نے کہا۔
''بی بی جی! آپ کے آفس سے کوئی صاحب ملنے آئے ہیں۔''
ریشماں نے آ کر اطلاع دی۔
''کون ہے؟'' اس نے بے دلی سے پوچھا۔
اس وقت اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ جا کر کسی سے بھی ملاقات کرے۔ اسے ابھی بھی بہت نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔
''جی! کوئی آیان صاحب ہیں۔'' ریشماں نے بتایا۔
''ٹھیک ہے انہیں یہیں بھیج دو۔''
اس کا نام سن کر وہ فوراً بولی۔
نیچے جا کر ملنے کی اس میں ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اسی لئے اسے اوپر ہی بلا لیا۔
اور ایسا پہلی بار ہی ہوا تھا کہ اس نے کسی کو اپنے بیڈروم میں بلایا تھا ورنہ وہ سب سے فاصلے رکھ کر ملنا پسند کرتی تھی۔
مگر آج...... پتہ نہیں کیوں اس کا نام سنتے ہی اسے ایک خوشگوار سا احساس ہوا تھا۔
''مے آئی کم ان؟''
اس کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔
ریشماں شاید دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی۔
اب وہ دروازے کے باہر سے ہی اجازت طلب کر رہا تھا۔
''یس۔'' وہ سنبھل کر بیٹھ گئی اور اپنے سامنے پڑی ٹیبل کے دوسری طرف رکھے صوفے کی طرف اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
''آج آپ آفس نہیں آئیں۔ جو میٹنگ آپ نے ارینج کی تھی اسے میں نے ہینڈل کر لیا تھا مگر......''

digestlibrary.com

بات کرتے کرتے اس نے اس کی جانب دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
اس کی آنکھوں میں سرخی کے ساتھ ساتھ نمی بھی تیر رہی تھی۔ آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے اور چہرے پر بھی کمزوری کے اثرات واضح تھے لگتا تھا کہ وہ کئی راتوں سے نہیں سوئی یا شاید اسے شدید بخار تھا۔
وہ قیاس آرائی کرنے لگا مگر اس سے مزید اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو گیا تھا وہ فوراً سر جھکا کر فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔
''یہ، آپ کے سائن چاہئیں تھے پیپرز پر۔ اس لیے مجھے آنا پڑا اور یہ بہت ضروری تھا آج ہی ڈیلیوری کرنی ہے۔'' اس نے اس کی طرف فائل بڑھا دی تو وہ چپ چاپ ان پر سائن کرنے لگی۔
وہ بمشکل پین کو پکڑے ہوئے تھی جب کہ دوسرا ہاتھ فائل پر دھرا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ اس نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا۔
''لگتا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟''
وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔
''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے فائل بند کرتے ہوئے آرام سے جھوٹ بولا۔
جب کہ وہ اس کی آنکھوں میں تھکان اور چہرے پر کمزوری کے آثار دیکھ چکا تھا۔
''میرا خیال ہے آپ کو ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔'' وہ اس کے جھوٹ کو نظر انداز کر کے بولا۔
جواباً وہ بالکل خاموش رہی وہ کب سے منتظر تھی کہ کوئی اس سے اس کے اپنے بارے میں استفسار کرے، اس کی پریشانی کا خیال کرے اور شخص اس کے نرم لہجے سے تو وہ خود پر ضبط کھونے لگی تھی۔ مگر اب وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے اندر ہی کہیں آنسو ضبط کرنے لگی۔
کافی دیر تک وہ اس کے اندر کے اضطراب کو محسوس کرتا رہا۔ پھر اچانک اٹھا اور کہنے لگا۔
''آپ چلیئے میرے ساتھ میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔''
نجانے کیا تھا اس کے لہجے میں وہ جان نہ سکی۔
اس نے یکدم سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ تب ہی وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
وہ کسی مقناطیسی طاقت کے زیر اثر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔
ڈاکٹر سے چونکہ اپائنٹمنٹ نہیں لی گئی تھی لہٰذا وہاں سے فارغ ہوتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔
جس وقت وہ گھر پہنچی رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ اس نے اسے کھانا کھا کر جانے کی آفر کی مگر وہ سہولت سے انکار کر گیا اور جانے کے لئے مڑ گیا تو وہ کتنی ہی دیر تک اس کی پشت کو دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔
تب بھی وہ وہیں کھڑی تھی بھیگی پلکوں سمیت نجانے کیا بات تھی اس شخص میں اس سے ملنے کے بعد وہ کئی کئی گھنٹے صرف اسی کو سوچتی چلی جاتی۔ بالآخر وہ کھڑے کھڑے تھک گئی تو سر جھٹک کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔
اگلے تین چار دن تک اس کی طبیعت کافی بہتر ہو چکی تھی۔ اس دوران وہ اس سے ایک دو بار ملنے بھی آیا تھا اور وہ اس کے آ جانے پر پہروں عجیب سے احساس میں گھری رہتی۔
''آیان!''
اس وقت شام کے چار بج رہے تھے۔ آج چونکہ ہاف ڈے تھا وہ فوراً آفس سے نکل آیا تھا تاکہ وین مس نہ ہو سکے۔ مگر اس کی آواز پر رک کر اسے دیکھنے لگا۔
''آؤ میں ڈراپ کر دوں۔'' اس نے ایک

بار پھر آفر کی۔
"پلیز انکار مت کرنا۔"
وہ اس کی محتاط طبیعت کے پیش نظر فوراً ہی بول پڑی تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔
وہ اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولنے لگی۔
تھوڑی ہی دیر میں اس کا گھر آچکا تھا۔
وہ گاڑی سے اتر کے اس کی جانب متوجہ ہوا۔
"آپ اندر نہیں آئیں گی؟" اس نے پوچھا۔
"اگر تم چاہو تو......"
اس کے جواب پر وہ قدرے حیران سا ہوا۔
اسے کب علم تھا کہ وہ ثمر انڈسٹریز کی تنہا وارث یوں اس کے گھر آنے پر راضی ہو جائے گی۔
"کیا ہوا آیان، اگر تم نہیں چاہتے تو......"
"نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ فوراً اس کی بات کاٹ کر بولا تو وہ مسکراتی ہوئی گاڑی سے اتر گئی۔ وہ گھر کے اندر قدم رکھتے ہی اس نے ایک طائرانہ نظر چاروں طرف ڈالی۔
وہ سرخ اینٹوں سے بنا ایک پختہ گھر تھا۔ صاف اور کشادہ صحن، دیواروں پر خوبصورت بیلیں اپنے پورے جوبن کے ساتھ پروان چڑھ کر ماحول کو عجیب سی تراوٹ پہنچا رہی تھیں۔
صحن کے ایک سائیڈ پر کرسیاں اور درمیان میں ایک میز ترتیب سے رکھی ہوئی تھیں۔ جب کہ دوسری طرف ایک چھوڑے سے تخت پر صاف ستھری چاندنی بچھی ہوئی تھی اور نفیس غلاف چڑھے دو گاؤ تکیے مزید نفاست بخش رہے تھے۔
دیوار کے ساتھ بنی کیاریاں گلاب اور موتیے کے پھولوں کے علاوہ موسمی سبزیوں کی بھی چنی گئی تھیں۔ سامنے ہی ایک بڑا اور صاف ستھرا برآمدہ تھا جس کے ساتھ ہی قطار میں چار کمرے بنے ہوئے تھے۔ برآمدے کے ایک کونے میں ڈائننگ ٹیبل اور چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے ایک طرف کھلنے والا دروازہ شاید کچن کا تھا۔
وہ اسے لے کر بڑے کمرے کی طرف آ گیا۔ امی صوفے پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں ساتھ ہی نازیہ کتاب کھولے بیٹھی تھی۔ جب کہ آپی سلائی مشین پر کچھ سینے میں مصروف تھیں۔
اس نے ایک نظر پورے کمرے پر دوڑائی جس میں ہر چیز ترتیب سے رکھی گئی تھی۔
گھر کی ایک ایک چیز سے گھر والوں کا سلیقہ ظاہر ہو رہا تھا۔
"السلام وعلیکم!"
آیان نے کمرے میں داخل ہوئے ہی سلام کیا تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔
"آ گئے بیٹا!" انہوں نے محبت سے اس کی طرف دیکھا۔
وہ فوراً ان کی طرف بڑھ گیا اور ان کے آگے اپنا سر جھکا دیا تو وہ اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔
"آیان یہ کون ہیں؟"
آپی اس کی طرف آ رہی تھیں کہ معاً ان کی نظر دروازے میں کھڑی نشا پر جا پڑی۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو ان فٹ محسوس کر رہی تھی۔ بڑی آپی کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے فوراً انہیں سلام کر دیا۔
"وعلیکم السلام! آؤ اندر آؤ۔"
آپی نے اسے بے تکلفی سے اندر آنے کو کہا اور پھر خود ہی آرام سے اس کا ہاتھ تھام کر امی کی طرف لے آئیں۔
وہ جو کوئی بھی تھی انہیں ایک ہی نظر میں بہت پیاری لگی تھی۔
"یہ میری باس ہیں امی!" وہ انہیں بتاتے ہوئے خود ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔
امی نے یک لخت اس کے لئے اپنی بانہیں

digestlibrary.com

پھیلا دیں۔

نہ جانے اسے کیا ہوا تھا کچھ لمحے ساکت کھڑی رہنے کے بعد وہ فوراً ان کے سینے سے جا لگی۔

ان کی محبت کی گرمی نے اسے پگھلا کر رکھ دیا۔

"اگر میری بھی ماما ہوتیں تو وہ بھی میرے لئے ایسے ہی اپنی بانہیں پھیلاتیں۔" ان کے سینے سے لگے لگے اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

وہ ان کی ممتا کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی تھی۔ ان کے محبت بھرے لمس کو اندر ہی کہیں جذب کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ ان سے الگ ہوئی تو بے اختیار ہی رو پڑی۔ امی اسے یوں روتا دیکھ کر فوراً سمجھ گئیں کہ وہ ماں کی ممتا سے محروم رہی ہے۔ ماں کے نہ ہونے کا دکھ بے شک ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا مگر اس کمی کی آنچ پر محبت کرنے والی ماں تک ضرور پہنچ جاتی ہے۔

"بس بیٹا!" انہوں نے محبت سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ تو وہ اپنی آنکھیں رگڑنے لگی اور سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"پتہ نہیں کیا جادو ہے ان لوگوں میں؟ میں کیوں ان کے سامنے اپنا آپ کھول جاتی ہوں؟ پہلے بیٹے کے سامنے روئی اور اب......"

"آپی! آپ مجھ سے نہیں ملیں گی؟"

ایک معصوم اور شوخ سی آواز پر اس کی سوچ کا تسلسل ٹوٹ گیا۔

وہ سولہ سترہ سال کی لڑکی بالوں کی پونی باندھے بے حد معصوم سے انداز میں اس سے شکوہ کر رہی تھی۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں آیان سے بہت ملتی تھیں۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی اور اس کی طرف اپنا دایاں ہاتھ بڑھا دیا۔ جب کہ وہ مزید پھیل کر اس کے سامنے بیٹھ گئی ہے۔

"میرا نام نازیہ ہے میں جانتی ہوں میں جب تک خود اپنا تعارف نہیں کراؤں گی کوئی میرے بارے میں نہیں بتائے گا۔" اس نے مصنوعی شکایتی انداز میں آپی اور امی کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ دونوں ہی مسکرا دیں۔

"آپ امی سے تو مل ہی چکی ہیں اور یہ میری بہت ہی اچھی سی آپی ہیں۔" وہ ان کے گلے میں جھولتے ہوئے بولی۔

"یہ تم اپنی معلومات دے رہی ہو یا ہماری۔" آپی نے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

وہ کافی دیر ان سے باتیں کرتی رہی لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ پہلی بار ان سب سے مل رہی ہے۔ ایک اپنائیت ہی اپنائیت تھی جو اسے ہر فرد میں نظر آ رہی تھی۔

باتوں کے دوران اس نے اس کی کمی کوئی بار نوٹ کیا تھا مگر نظر انداز کر گئی تھی پر اب تو کافی دیر گزر چکی تھی۔ وہ کہیں بھی نہیں تھا۔ آپی نے اس کے لئے باتوں ہی باتوں میں گرم گرم سموسے پکوڑے اور چپس کے ساتھ چائے بھی تیار کر لی تھی۔

جب کہ نازیہ اس کے پاس سے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ بھی ان کے ساتھ پچز میں ہی بیٹھی تھی۔ امی نماز پڑھنے کے لئے جا چکی تھیں مگر وہ...... اس نے ایک بار پھر باہر کی طرف نظر دوڑائی۔ وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

"آؤ روحہ، باہر چلتے ہیں۔ شام کی چائے باہر صحن میں بیٹھ کر پینا بہت اچھا لگتا ہے۔" آپی نے خوشدلی سے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

آپی نے میز پر تمام لوازمات چن دیئے۔ باہر ٹھنڈی ٹھنڈی چلتی ہوا نے یکدم خوشگوار رہنے کا احساس پیدا کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ بیرونی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

اس نے فوراً اس کی جانب دیکھا وہ آسمانی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ شاید وہ نماز پڑھ کر آ رہا تھا۔ وہ پہلی بار اسے شلوار قمیض میں دیکھ رہی تھی۔ وہ بے حد نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا۔ ایک پل کو دونوں کی نظر ملی۔ پھر وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"آیان آ جاؤ، چائے نہیں پیو گے؟"

آپی نے اسے اندر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"آپی میرے کمرے میں بھجوا دیجئے میں وہیں ہوں۔"

اس نے روحہ کی موجودگی کا خیال کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا!"

آپی نے کہا اور ایک الگ ٹرے میں چائے اور سموسے وغیرہ رکھ کر نازیہ کے ہاتھ بھجوا دیئے۔

امی بھی نماز اور وظیفے سے فارغ ہو کر آ چکی تھیں۔ وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی۔

کتنا اچھا لگ رہا تھا یہ سب۔ بالکل اپنا اپنا سا۔ ایک مکمل گھر اور گھر سے افراد سے ہی بنتے ہیں ناں۔

جہاں سب ایک دوسرے کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ جہاں سب ایک دوسرے کے ذرا سے دکھ پر پہروں پریشان ہوں۔

مگر اس کا گھر کیا تھا؟

وہ خود کیا تھی؟

شروع سے ہی وہ تنہائی کا شکار رہی تھی۔ ماما کی ڈیتھ کے بعد پاپا نے دوسری شادی نہ کی کہ ان کے نزدیک وہ اس پر کوئی ذہنی اذیت مسلط کرنا نہیں چاہتے تھے۔ پھر وہ پاپا کی بیسٹ فرینڈ بن گئی اور انہی سے اپنی ہر خوشی اور دکھ شیئر کرتی۔ پاپا نے اسے بی سی ایس کے بعد باہر بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تو اسے لگا کہ وہ ان سے بہت دور چلی جائے گی اور مزید تنہا ہو جائے گی مگر پاپا کی خواہش کے آگے اس نے خود پر ضبط کر لیا۔

پاپا اس کی تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد پاکستان بلوانا چاہتے تھے تاکہ وہ ان کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا سکے۔ ایک وہی تو ان کی متاع حیات تھی۔ وہ اس کا اٹھنے والا یہ قدم اعتماد اور خودی پر جما ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر انہیں اس کا موقع ہی نہ ملا اور......

کتنی ہی دیر تک وہ یہاں پر موجود سب لوگوں کے خوشی سے دمکتے چہروں کو دیکھتی رہی۔ یکدم اسے وقت زیادہ ہونے کا احساس ہوا۔ مغرب کی اذان ہونے والی تھی اور وہ عصر کے وقت سے یہیں پر تھی۔

"اوہ گاڈ! میں اتنی دیر تک تو کہیں بھی نہیں رکتی اور یہاں اتنا وقت ہو گیا۔"

اس نے پریشانی سے سوچا اور پھر اپنی سوچ پر خود پر مسکرا دی۔

ظاہر ہے دل وہیں لگتا ہے جہاں اپنائیت اور محبت ہوتی ہے اور یہاں یہ دونوں چیزیں موجود تھیں۔

"اچھا آنٹی میں اب چلتی ہوں۔" وہ بالآخر اٹھ کھڑی ہوئی۔

دور دور سے اذانوں کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں تھیں۔

"ایک منٹ رکو بیٹا! میں ابھی آتی ہوں۔"

امی اسے کہہ کر اندر چلی گئیں تو وہ آپی سے ملنے لگ گئی۔

"اگر اس وقت مغرب کا ٹائم نہ ہوتا تو میں تمہیں کبھی اتنی جلدی جانے نہ دیتی۔" آپی نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

"آپی پھر کب آئیں گی آپ؟" نازیہ نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

"جلد ہی آؤں گی۔"

اتنا کہہ کر وہ اس کے گلے لگ گئی۔ تب ہی امی ایک ہاتھ میں پیکٹ پکڑے آئیں اور اسے

گلے لگا کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولیں۔
''یہ ہماری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے بیٹی! تم پہلی دفعہ آئی ہو ناں اس لئے اور بیٹیاں ماؤں کے گھروں سے خالی ہاتھ نہیں جاتیں۔''
ان کی اتنی محبت پر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔
''اچھا آنٹی اللہ حافظ۔''
تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔
''اکیلی جاؤ گی؟''
انہوں نے پریشانی سے پوچھا پھر اس کا جواب سنے بغیر آیان کو آواز دینے لگیں۔
''آپ پریشان مت ہوں آنٹی، میں چلی جاؤں گی۔''
وہ خواہ مخواہ انہیں اپنی طرف سے پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی سو فوراً بول پڑی۔
''نہیں بیٹا! پریشانی کی کیا بات ہے اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے فکر ہی لگی رہے گی۔''
ان کی بات پر وہ خاموش رہ گئی۔
''آیان گاڑی تم ڈرائیو کر لینا پلیز۔''
باہر آ کر وہ گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی تو اس نے خاموشی سے چابی لے لی۔
''تم تو مجھے اپنے گھر لے جا کر گویا بھول ہی چکے تھے آیان۔''
کافی دیر بعد وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے شکوہ کر گئی۔
اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا تو اس نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔
وہ بہت زیادہ سنجیدگی سے گاڑی چلا رہا تھا۔
اس کی نظریں ونڈ اسکرین پر ہی جمی تھیں۔
اس نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا پھر مایوسی سے باہر دیکھنے لگی اور مزید اسے سوچنے سے گریز کرنے لگی مگر یہ سوچ ہی اس کے بس میں نہیں تھی۔

''آیان بھائی آپ کا فون ہے۔'' نازیہ نے دروازے سے باہر اسے آواز لگائی تو وہ کسلمندی سے کروٹ بدل کر رہ گیا۔
آج سنڈے تھا اور وہ نماز پڑھ کر دوبارہ سو گیا تھا اور اب اٹھنا مشکل لگ رہا تھا۔
وہ فون کو نظر انداز کر کے دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔
''آیان بھائی! روحہ آپی کا فون ہے۔''
اس کی پکار پر وہ یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا اور فوراً باہر نکل آیا۔
''ہیلو۔'' اس نے ریسیور کانوں سے لگایا۔
''ہیلو آیان! آیان! تم، تم ابھی اسی وقت میرے گھر آ جاؤ پلیز۔''
دوسری طرف روحہ روتے ہوئے پریشان لہجے میں بولی تو وہ بھی پریشان سا ہو گیا۔
''خیریت تو ہے ناں آپ......''
''بس تم آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے عجلت میں کہا اور اس کے جواب کا انتظار کیئے بغیر فون بند کر دیا۔
وہ اچانک اس افتاد پر متفکر ہو گیا تھا۔
آخر کیا بات ہو سکتی ہے؟
تیار ہوتے ہوئے وہ مسلسل سوچے جا رہا تھا۔
اگلے پندرہ بیس منٹ میں وہ اس کے سامنے تھا۔
وہ بے تحاشا روئے جا رہی تھی اور اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح دلاسہ دے۔
دراصل اس کے سوتیلے تایا نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر وہ اپنی آدھی جائیداد ان کے نام نہیں

digestlibrary.com

کرے گی تو وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے بھائی کی جائیداد پر اپنا حق جمانے کے لئے آ گئے تھے مگر اس وقت جب اسے کسی اپنے کی شاید طلب تھی تو اس وقت کسی نے اس کے سر پر دست شفقت نہ رکھا اور اب اچانک ہی اپنا حق یاد آ گیا۔ وہ حق جس کے کوئی معانی ہی نہ تھے، وہ حق جس پر کبھی بھی ان کا کوئی حق رہا ہی نہیں تھا۔ پاپا کے پاس جتنی دولت جائیداد تھی وہ سب ان کی اپنی محنت سے حاصل کی گئی کمائی سے وابستہ تھی۔ بلکہ دادا ابو کی وفات کے بعد تایا نے ان کی تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا اور اس جائیداد میں سے ایک پائی بھی انہوں نے پاپا کو نہیں دیا تھا اور اب وہ ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے ان کی جائیداد میں سے حصہ لینا چاہتے تھے جس کے لئے انہوں نے روحہ کو وارن کیا تھا کہ چند دنوں تک وہ اس جائیداد میں سے آدھا حصہ ان کے نام کر دے ورنہ وہ اسے کورٹ کچہری تک لے جائیں گے اور کورٹ کچہری کا نام سنتے ہی اس کے پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔ وہ اس کے اکیلے ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اس کے سر پر کسی سرپرست کی غیر موجودگی اسے ہولا رہی تھی۔

وہ ان کی اس دھمکی کے زیر اثر نجانے کتنے ہی دنوں سے خوفزدہ رہی تھی۔ جب کہ وہ اسے مسلسل ذہنی اذیت دے رہے تھے۔

وہ یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اس کی مدد کے لئے کوئی بھی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اپنا پورا زور لگا کر اسے خوفزدہ کر گئے تھے اور وہ بدنامی اور ذلت کے خوف سے گھبرا کر رو پڑی تھی۔

اس وقت اسے کچھ بھی نہ سوجھا اور گھبراہٹ میں آیان کو فون کر ڈالا۔ اس تاریک وقت میں اسے روشنی کی یہ واحد کرن آیان کی صورت ہی نظر آئی تھی۔ کیونکہ وہ قانونی چارہ جوئی سے بالکل ناواقف تھی اور اس شہر میں کسی کو بھی زیادہ نہیں جانتی تھی سو کافی دیر سوچنے کے بعد اس کے ذہن میں صرف صرف آیان ہی کا نام آیا تھا جو پوری طرح سے اس کی مدد کر سکتا تھا۔

''آپ پلیز روئیں نہیں۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ وصیت کے مطابق جیسا کہ آپ بتا رہی ہیں کہ تمام جائیداد آپ کے والد آپ کے نام کر گئے تھے۔ اب کوئی بھی شخص آپ سے آپ کی جائیداد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ کو ایک قابل وکیل سے بھی ملوا دوں گا۔ آپ ساری تفصیل ان کے سامنے پیش کریں پھر جیسا وہ کہیں گے آپ ویسا ہی کر لیجیئے گا۔''

وہ مسلسل رو رہی تھی اور وہ اسے دلاسہ دے رہا تھا۔

شاید یہ اس کی باتوں کا ہی اثر تھا وہ یکدم خاموش ہو گئی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔

وہ بغور اس کی حالت کا جائزہ لینے لگا۔ کتنا مشکل ہو جاتا ہے ایک لڑکی کے لئے جب کہ ماں باپ بھی سر پر نہ ہوں۔

اس نے گہری سانس لی اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اب کافی حد تک نارمل ہو گئی تھی۔

''بیٹھو آیان!''

وہ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر بولی۔

''نہیں اب میں چلوں گی اور آپ بھی ریسٹ کیجیئے۔ میں شام کو وکیل کے ساتھ آؤں گا۔'' اتنا کہہ کر وہ الوداعی نظر اس پر ڈال کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ کافی حد تک خود کو ریلیکس فیل کر رہی تھی۔

بعض اوقات اپنا بوجھ دوسروں کے کاندھے پر ڈال کر انسان خود کو کتنا مطمئن محسوس کرتا ہے۔ اسے بھی یقین تھا کہ اب اس کا یہ مسئلہ جلد ہی حل ہو جائے گا۔ وہ پرسکون انداز میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

شام کو وہ ایک وکیل کے ساتھ آیا تھا۔ اس

نے وکیل کے سامنے ساری روداد سنا دی تھی جس کو سننے کے بعد وکیل نے اسی کے حق میں فیصلہ ہونے کا یقین دلایا تھا۔

وکیل کے جانے کے بعد وہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔

''بہت شکریہ آیان میں، میں تو شاید ایک وکیل بھی ہائر نہ کر پاتی۔ مجھ میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ میں اکیلے کوئی اسٹیپ لے سکوں۔''

مزید وہ کچھ نہ کہہ سکی۔

کافی دنوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بالآخر فیصلہ اس کے حق میں ہوا تھا اور اس سارے عمل میں آیان نے ہر قدم پر اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ وہ اب بہت خوش تھی۔ اس کے تایا اپنا منصوبہ ناکام ہونے کی صورت میں واپس آسٹریلیا روانہ ہو گئے تھے۔

''السلام و علیکم آنٹی!'' وہ دروازہ کھلا دیکھ کر اندر داخل ہو گئی۔

سامنے ہی تخت پر امی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔

''وعلیکم السلام بیٹی! آؤ کیسی ہو؟'' وہ اس کی پیشانی پر پیار کرتے ہوئے بولیں۔

''بالکل ٹھیک ہوں آنٹی۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

وہ آج کافی دنوں بعد ان سے ملنے آئی تھی ورنہ اس کیس نے تو اسے بوکھلا ڈالا تھا۔

وہ اب اکثر ہی یہاں آ جاتی تھی اور ان سب سے مل کر اسے بے حد خوشی ہوتی تھی۔

''تم بیٹھو بیٹا! میں تمہارے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ اسے وہیں بٹھا کر کچن کی طرف چل پڑیں۔

''روحہ آپی!'' نازیہ کی خوشی سے بھرپور آوز پر اس نے کچن کے دروازے کی طرف دیکھا۔

وہ شاید کچن کی صفائی کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ فوراً اس کی طرف لپک گئی اور اس کے گلے جا لگی۔

''کیسی ہو نازیہ؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''بالکل ٹھیک ہوں لیکن میں آپ سے بہت ناراض ہوں۔'' اس نے خفگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ متفکر انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی پھر بولی۔

''کیوں ناراض کیوں ہو؟''

''آپ اتنے دنوں سے آئیں کیوں نہیں؟ میں نے بھائی کو بھی اتنی بار کہا کہ آپ کو لے کر آئیں لیکن......''

وہ ابھی اسے مناسب جواب دینے ہی والی تھی کہ سامنے والے کمرے سے اسے نکلتا دیکھ کر قدرے اونچی آواز میں گویا ہوئی۔

''مجھے تو انہوں نے ایک بار بھی ساتھ چلنے کو نہیں کہا۔ نازیہ اگر وہ مجھ سے کہتے تو میں باوجود بہت مصروفیت کے تم سے ملنے ضرور آتی۔''

''کیا؟''

اس کی بات سن کر وہ تقریباً چیخ ہی پڑی۔

''آپ کو آیان بھائی نے کوئی میسج نہیں دیا میرا؟'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر اس کی طرف مڑ گئی۔

''آیان بھائی! آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا؟''

''میں نے کب جھوٹ بولا تم سے؟'' وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا۔

''آپ نے کہا تھا کہ آپ نے ان کو میرا میسج دے دیا تھا اور وہ بہت مصروف تھیں۔''

''ہاں تو ان سے پوچھو یہ بہت مصروف تھیں اسی لئے میں نے تمہارا میسج دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔''

''لیکن یہ تو کہہ رہی ہیں کہ یہ مصروفیت کے باوجود بھی مجھ سے ملنے آ سکتی تھیں۔'' اس

نے مزید جرح کی۔

''نہیں ایسا تو نہیں نازیہ کہ یہ چاہتے ہی نہ ہوں کہ میں تمہارے گھر آؤں۔'' وہ جواتنی دیر سے ان دونوں کی گفتگو سے لطف اٹھا رہی تھی مزید شوخی سے بولی۔

جب کہ اس نے ابھی کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ آپی کو اسی طرف آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا اور اس پر ایک نظر ڈال کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔

''سر! یہ آپ کے لئے، روحہ میڈم نے دی ہے۔''

وہ ابھی ابھی آفس آیا تھا جب شہزاد نے ایک گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ قدرے حیرانی سے کئی ثانیے تک چابی کو دیکھتا رہا پھر اٹھ کر اس کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازہ ناک کر کے وہ ''یس'' کے جواب میں اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی وہ اپنی ٹیبل پر کمپیوٹر پر مصروف تھی۔

''آؤ آیان، خیریت تو ہے؟'' اس نے آنے کا مقصد پوچھا۔

''یہ گاڑی......''

''ہاں میں نے بھجوائی تھی۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر مطمئن انداز میں بولی۔

''تمہارے لئے کمپنی کی طرف سے ایک چھوٹا سا گفٹ ہے۔ تم جانتے تو ہو۔ ابھی جو ہمارا پراجیکٹ مکمل ہوا ہے بہت پرافٹ ہوا ہے ہماری کمپنی کو اس پراجیکٹ کی وجہ سے اور تم نے چونکہ بہت زیادہ محنت کی تھی اس لئے اسٹاف کے باہمی مشورے پر تمہیں یہ گفٹ دیا جا رہا ہے اگر تم کچھ اور چاہو تو......''

''نہیں بہت شکریہ۔ لیکن میرے لئے یہ بہت زیادہ ہے میرا مطلب ہے کہ......''

''زیادہ ہو یا کم لیکن تم پر یہی گفٹ سوٹ کرتا ہے۔''

''تھینک یو۔''

''آیان میں تم سے ایک اور پراجیکٹ پر بات کرنا چاہ رہی تھی۔ بیٹھو پلیز۔'' وہ سامنے رکھی چیئر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

''آؤ آیان! ان سے ملو یہ میرے کزن ہیں تنویر احمد!''

وہ ایک فائل پر سائن کرانے آیا تھا جب اس نے تعارف کرایا۔

''ہیلو۔'' وہ اس سے مصافحہ کرنے لگا۔

''ویسے تو یہ فرانس میں ہی رہتے ہیں مگر آج کل ضروری کام کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''میم یہاں سائن کر دیجیے۔'' اس نے ایک فائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''آیان میں نے اتنی بار کہا ہے کہ تم خود ہی یہ سب دیکھ لیا کرو۔''

وہ اس سے کئی بار کہہ چکی تھی کہ فیکٹری کے اخراجات کی فائل اور دیگر معاملات کو خود ہینڈل کر لیا کرے مگر وہ یہ سب مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

اس نے سائن کر کے فائل اس کی طرف بڑھا دی اور باہر نکل گیا۔

''چلیں روحہ آج کھانا باہر کھاتے ہیں۔'' تنویر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''مگر گھر پر ممانی ہمارا انتظار کریں گی۔''

''ڈونٹ وری میں انہیں فون کر کے بتا دوں گا۔''

''او کے۔''

وہ بھی چیئر پر سے اٹھ گئی۔

''آیان میں ایک کام سے جا رہی ہوں کوئی

digestlibrary.com

بھی مسئلہ ہو تم مجھے فون کر لینا۔"

جاتے جاتے وہ اس کے کیبن کے پاس رک کر اس سے مخاطب ہوئی۔

"جی اچھا!"

"اوکے بائے۔"

اتنا کہہ کر وہ آگے کی طرف بڑھ گئی اور وہ کتنی ہی دیر تک اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں وہ ابھی ابھی کھڑی تھی۔

پھر سر جھٹک کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

وہ جس وقت گھر پہنچی رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ سیدھی ممانی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"آؤ روحہ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" اسے دیکھتے ہی وہ فوراً بول پڑیں۔

"آپ بتائیں ممانی آپ کو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہے ناں۔" اس نے پوچھا۔

"ارے نہیں بیٹا تم جو ہو میرا اتنا خیال رکھنے والی۔"

انہوں نے اپنے شولڈر کٹ بالوں میں برش کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں قمر بھائی کی ڈیتھ کا بہت افسوس ہوا تھا مگر تمہارے ماموں کی طبیعت اس قدر خراب تھی کہ ہم لوگ پاکستان آ ہی نہ سکے۔ تم بھی سوچتی ہوں گی روحہ کہ تمہاری ممانی تمہیں بھول چکی ہیں ہے ناں۔"

وہ برش ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف مڑ گئیں۔

"نہیں ممانی ایسی کوئی بات نہیں۔ تنویر نے مجھے فون کر کے آپ کی مجبوری کے بارے بتا دیا تھا۔" اس نے کہا۔

"تم کس قدر اچھی ہو روحہ!" وہ مزید بولیں۔

"میں نے بھی اب فیصلہ کر لیا تھا کہ تنویر اپنے بزنس کے سلسلے میں پاکستان جائے گا تو میں بھی اس کے ساتھ ہر حال میں جاؤں گی۔"

وہ ان کی اس محبت پر تشکر آمیز انداز میں بولی۔

"تھینک یو ممانی! بس مجھے آپ کی محبت کی ہی ضرورت ہے اور میں بتا نہیں سکتی کہ آپ لوگوں کو اپنے پاس دیکھ کر مجھے کس قدر خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بول رہی تھی۔

"ممانی آپ کچھ دن تو یہاں ٹھہریں ناں۔"

"ارے بیٹا میرا بس چلے تو میں تمہارے پاس ہی رہ جاؤں مگر مجھے یہاں چھوڑے گا کون؟ تمہارے ماموں نے بہت مشکل سے مجھے یہاں آنے کی اجازت دی تھی اور ویسے بھی یہاں آ کر میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تنویر کے لئے کوئی اچھی سی لڑکی پسند کر کے اس کو بھی اپنے ساتھ فرانس ہی لے جاؤں۔ بس تنویر کو لڑکی پسند آ جائے۔ کیونکہ تمہیں پتہ ہے کہ روپے پیسے کی تو ہمارے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔ بس لڑکی اچھی ہونی چاہیے۔"

"جی ممانی! صحیح کہہ رہی ہیں آپ۔" اسے ان کے لہجے میں چھلکتا غرور کچھ بھایا نہیں تھا۔ وہ اس بارے میں زیادہ کچھ بھی نہ کہہ سکی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

"آیان ابھی ابھی میڈم کا فون آیا تھا انہوں نے میسج دیا ہے کہ تھوڑی دیر تک تنویر صاحب آفس آئیں گے۔ آپ انہیں اسی ہزار روپے کمپنی کے اکاؤنٹ میں سے دے دیجئے گا۔"

فاطمہ نے اسے اپنے کیبن کی طرف جاتے

دیکھا تو فوراً اس کا میسج دے دیا۔
وہ اپنے کیبن میں جاتے ہی اس کے گھر کا نمبر ملانے لگا۔ آج اس نے آفس دیر سے آنا تھا۔ مگر وہ اس کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی اسٹیپ لینا نہیں چاہتا تھا۔
''السلام وعلیکم!'' اس کی آواز سن کر اس نے سلام کر ڈالا۔
''وعلیکم السلام!'' اس نے جواب دیا۔
''فاطمہ کہہ رہی تھیں کہ آپ نے تنویر صاحب کو اسی ہزار روپے دینے کے لئے کہا ہے۔'' اس نے پوچھا۔
''ہاں آیان میں نے ہی کہا تھا۔ تم اسے پیسے دے دینا اور آئندہ بھی جب اسے پیسوں کی ضرورت ہو تم دے دیا کرنا۔'' اس کی بات پر وہ خاموش ہو گیا اور فون رکھ دیا۔
تھوڑی دیر بعد تنویر آ کر اس سے اسی ہزار روپے لے گیا تھا۔
''آیان تم گھر جاؤ تو مجھے بھی ساتھ لے کر جانا میں آنٹی اور نازیہ وغیرہ سے ملنا چاہ رہی تھی۔''
لنچ ٹائم کے بعد اس نے اس سے کہا تو وہ ''جی اچھا'' کہہ کر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔
پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ آفس سے باہر گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب کہ وہ تنویر کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔
''آیان!''
تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی۔
وہ فوراً مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔
''آیان میں آج تمہارے ساتھ نہیں آ سکتی۔ مجھے ابھی تنویر کے ساتھ ایک ضروری کام کے سلسلے میں جانا ہے۔'' اس نے معذرت کی۔
وہ خاموشی سے گاڑی کا لاک کھول کر گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا۔ پتہ نہیں کیوں اسے تنویر کے ساتھ دیکھ کر اسے اچھا نہیں لگا تھا۔
مگر کیوں؟
وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر سر جھٹک کر رہ گیا۔

آج کل آپی کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ جوں جوں شادی کے دن قریب آ رہے تھے وہ مصروف تر ہوتا جا رہا تھا۔
آپی کی منگنی تو پہلے ہی ہو چکی تھی اور اب ان کا جہیز بھی مکمل ہو چکا تھا۔ سو امی نے فوراً شادی کا ارادہ کر لیا۔ گھر کی یہ پہلی شادی تھی لہٰذا سارے ارمان پورے کرنے کے شوق میں بھرپور طریقے سے تیاریاں کی جا رہی تھیں۔
وہ سارے انتظامات احسن طریقے سے پورے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ شادی کا دن بھی آ چکا تھا۔
روحہ نے ہر رسم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا امی اور نازیہ کے ساتھ شادی کی تیاریاں کراتے ہوئے اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ شادی بخیر و خوبی انجام پا گئی تھی۔ اس کی ساری محنت رنگ لے آئی تھی۔ ہر آنکھ میں رشک اور ہر زبان پر تعریف تھی کہ اس نے بھائی ہونے کا پورا فرض ادا کر دیا تھا۔
امی کی زبان تو اسے دعائیں دیتے نہ تھکتی تھیں۔ جس طرح اس نے ہر چیز کا خیال رکھا تھا وہ کوئی باپ ہی کر سکتا ہے۔

''میں بالکل نہیں جانتا میڈم کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' کاظمی صاحب نے ایک اور فائل اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔
''پچھلے مہینے کے آخر سے ہی کمپنی کے اکاؤنٹس میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میں چونکہ ڈیلیوری انچارج ہوں اس لئے اکاؤنٹس کے بارے میں مجھے خاص پتہ نہیں ہوتا مگر پچھلے دنوں اچانک ہی میں

نے پچھلے مہینے ہونے والے پراجیکٹ کے اخراجات چیک کیئے تو یہ بات سامنے آئی کہ کمپنی کے اکاؤنٹس میں سے پچاس لاکھ روپے نکالے گئے ہیں۔"

"آخر یہ روپے کہاں جا سکتے ہیں؟" اس نے قدرے پریشان ہوکر پوچھا۔

"ویسے تو میں کچھ نہیں جانتا مگر آپ آیان سے ہی کنفرم کرلیں کیونکہ فیکٹری کے اخراجات کی لسٹ کے بارے میں وہ زیادہ جانتا ہوگا۔"

اس نے فوراً آیان کو بلوایا۔

"آیان یہ پچاس لاکھ روپے کمپنی کے اکاؤنٹس میں سے تم نے نکلوائے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں، وہ تنویر صاحب نے دو تین بار پیسے مانگے تھے کہ آپ نے انہیں کہا تھا۔" وہ مطمئن انداز میں بولا۔

"لیکن میں نے تو تنویر کو نہیں بھیجا اور جہاں تک میرا خیال ہے اس نے صرف اسی ہزار روپے ہی تم سے لئے تھے وہ بھی اس وقت جب میں نے تمہیں دینے کے لئے کہا تھا۔" وہ کچھ الجھ سی رہی تھی۔

"تنویر صاحب نے خود مجھے کہا تھا کہ......"

وہ رکا اور پھر دوبارہ گویا ہوا۔

"اور میم آپ نے بھی تو اس دن فون پر یہی کہا تھا کہ وہ جب پیسے مانگا کریں میں کمپنی اکاؤنٹ میں سے انہیں دے دیا کروں۔"

اس کی بات سن کر وہ خاموش ہوگئی۔

"ٹھیک ہے آپ لوگ جائیں میں خود ہی اس پرابلم کو ہینڈل کرلوں گی۔" اس کے کہنے پر وہ باہر نکل گئے تو وہ پریشانی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ تنویر نے اس سے پوچھے بغیر اتنی بڑی رقم کیسے لی؟

وہ آفس سے باہر نکل گئی اور گھر کی طرف چل پڑی۔

"السلام وعلیکم ممانی!" وہ جیسے ہی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ اس کی نظر لان میں چائے پیتیں ممانی پر جا پڑی۔

"ارے روحہ تم اتنی جلدی آگئیں؟" انہوں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ممانی تنویر کہاں ہے؟" اس نے ان کی بات کو نظر انداز کرکے پوچھا۔

"وہ اندر ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔

وہ فوراً اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"تنویر تم نے آیان سے کچھ پیسے لیئے ہیں؟"

وہ مزے سے صوفے میں دھنسا ٹی وی دیکھ رہا تھا جب اس نے پوچھا۔

"وہاٹ؟" اس کی بات پر وہ شاکڈ ہوگیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ میں نے اس سے صرف تمہارے کہنے پر وہی اسی ہزار روپے لئے تھے اور بس۔"

"مگر آیان بتا رہا ہے کہ تم نے اس سے پچھلے مہینے کے آخر میں پچاس لاکھ روپے لئے ہیں۔"

وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے اس سے پچاس لاکھ روپے لئے ہیں؟" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"تم خود سوچو روحہ اگر مجھے پیسے لینے ہوتے تو میں تمہیں نہیں کہہ سکتا تھا کیا؟ اور ویسے بھی مجھے کیا ضرورت ہے پیسوں کی۔"

"کیا ہوا ہے روحہ؟" ممانی اندر آتے ہوئے بولیں۔

"مما روحہ کا کہنا ہے کہ میں نے اس کے آفس سے پچاس لاکھ روپے لئے ہیں۔ وہ بھی اس کو بتائے بغیر۔"

"خدا کا خوف کرو روحہ یہ بھلا ایسا کیوں کرے گا؟"

ممانی قدرے تیز لہجے میں اس سے مخاطب

digestlibrary.com

ہوئیں۔

''ممانی ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تنویر سے صرف یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ اگر اسے پیسوں کی ضرورت تھی تو کم از کم مجھے بتا دیتا۔''

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کیسے سمجھائے؟

''اگر تمہیں مجھ پر شک نہیں ہے تو خود سوچو روحہ کہ میرا نام لے کر کون شخص یہ پیسے نکلوا سکتا ہے؟'' وہ مزید بولا۔

''ویسے تو یہ تمہارا پرسنل میٹر ہے روحہ مگر ایک بات ضرور کہوں گا کہ میں نے جب یہ دیکھا کہ تم نے اپنی فیکٹری کا چارج آیان کو سنبھالنے کے لئے دیا ہوا ہے تو مجھے شدید حیرت ہوئی تھی کہ تم کیسے اس شخص کو اتنا بڑا کام سونپ سکتی ہو۔ جس کے بارے میں تم زیادہ کچھ نہیں بھی نہیں جانتیں اور جو کبھی بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور اب دیکھ لو۔ ایسا ہی ہوا ناں۔''

''شٹ اپ تنویر۔'' اس کی بات پر وہ بھڑک گئی تھی۔

''تم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہو گے اور رہی بات یہ کہ یہ پیسے کس نے لئے؟ وہ ابھی پتہ چل جائے گا۔''

اتنا کہہ کر وہ اپنے موبائل سے آیان کو فون کرنے لگی اور فوراً اسے یہاں آنے کے لئے کہا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس کے سامنے تھا۔

''آیان تم نے وہ روپے کسے دیئے تھے؟'' اس نے پوچھا۔

''میں نے تنویر صاحب کو دیئے تھے۔'' اس نے جواب دیا۔

''یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے روحہ ارے تم خود سوچو کہ میں کروڑوں میں کھیلنے والا شخص پچاس لاکھ روپوں کے لئے جھوٹ بولوں گا کیا؟ اس جیسے لوگ ہی اپنا ایمان خراب کر سکتے ہیں۔''

وہ اس کی طرف دیکھ کر اونچی آواز میں بولا۔

مگر وہ خاموشی سے اس فائل کو کھولنے لگا جس پر پیسے لینے کے بعد اس کے سائن بھی درج تھے۔ جسے دیکھ کر وہ مزید چلا اٹھا۔

''سائن تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اور ویسے بھی کیا ثبوت ہے کہ یہ سائن میرے ہیں۔''

''بس بھئی بند کرو یہ ڈرامہ۔''

ممانی درمیان میں بولیں۔

''ہم تمہارے گھر آئے ہوئے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ......''

وہ ان کی بات نظر انداز کر کے اس کی طرف مڑی اور بولی۔

''ٹھیک ہے آیان تم جاؤ میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' وہ فوراً باہر نکل گیا۔

''پلیز ممانی آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں ایسا ہرگز نہیں کہہ رہی ہوں کہ تنویر نے پیسے کیوں نکلوائے؟ میں بس اتنا چاہ رہی ہوں کہ......''

''ہاں تم بس اتنا چاہ رہی ہو کہ میرا بیٹا دوسروں کے جرم کو اپنے سر لے لے۔'' ممانی لڑنے والے انداز میں بولیں۔

''ارے پہلے اس سے تو پوچھو جس کے ہاتھ میں تم نے کمپنی کا سارا نظام سونپ رکھا ہے کہ اس نے جس کے پاس اپنی گاڑی تک نہیں ہے اپنی بہن کی شادی پر اتنے اخراجات کہاں سے کیئے؟ کوئی بھی دس بارہ ہزار روپے کا ملازم چار پانچ ماہ میں کیسے اس قابل ہو گیا؟ خیر میں اس بحث میں نہیں پڑ رہی مگر روحہ مجھے تم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ تم اپنے گھر ہمیں یوں بے عزت کرو گی۔ ہم تو یہاں تمہاری محبت میں چلے آئے تھے ورنہ تمہارے پیسے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چلو تنویر ابھی چلتے ہیں یہاں سے بہت ہو گیا ہے۔''

اس سے کہہ کر وہ اس سے مخاطب ہوئیں اور آگے کی طرف بڑھ گئیں۔

''پلیز ممانی آپ کہیں مت جائیں۔''

وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور التجائیہ انداز میں بولی۔

''میرا کوئی نہیں ہے ممانی میں آپ لوگوں کی بہت مشکور ہوں کہ مجھے یاد رکھا مگر میری بات کا کوئی غلط مطلب مت نکالیں۔''

''ٹھیک ہے پروحہ مگر تم میرے بیٹے پر سے یہ الزام اتارو اور اس شخص کو فارغ کرو جس نے یہ سب کھڑاک پیدا کیا ہے۔''

ممانی قدرے نرمی سے گویا ہوئیں۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ کس نے اس کے ساتھ اتنا بڑا فریب کیا ہے؟

تنویر یا......یا آیان؟

اس کا نام اس کے ذہن میں آتے ہی اس نے زور سے سر جھٹک دیا۔

''نہیں، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس کے دل نے کہا۔

''تنویر!''

''مگر ان کے پاس پیسوں کی کمی تو نہیں ہے پھر وہ ایسا کیوں کرے گا؟'' وہ جوں جوں سوچ رہی تھی۔ اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

''بیٹھیے آیان!''

کاظمی صاحب نے اسے ابھی ابھی اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔ پھر اس کے آتے ہی وہ بولنا شروع ہو گئے۔

''دیکھیں آیان، تنویر صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے آپ سے اسی ہزار روپوں کے علاوہ ایک روپیہ بھی نہیں لیا، پھر، پھر یہ پچاس لاکھ روپے کہاں گئے؟ یہ آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ تو پلیز ہمیں سچ سچ بتائیں تاکہ آپ کے ساتھ کوئی رعایت برتی جائے۔ ورنہ آپ کے پاس کوئی خاص ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے پیسے تنویر صاحب کو دیئے ہیں اور جو سائن آپ دکھا رہے ہیں اس کے بارے میں ہم نے مکمل چھان بین کر لی ہے کہ وہ سائن تنویر صاحب کے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ میڈم کے علم میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے تنویر صاحب کو پیسے دیئے ہیں۔''

''کاظمی صاحب! میں، میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں کہ وہ روپے مجھ سے تنویر صاحب نے ہی لیے تھے اور میں میم کو اپنی ذاتی مصروفیات کے باعث اس بارے میں کچھ بھی بتا نہیں پایا تھا جو شاید میری سب سے بڑی غلطی تھی اور وہ سائن خود تنویر صاحب نے ہی کیئے تھے۔ آپ میرا یقین کیجیے پلیز۔'' وہ لجاجت بھرے انداز میں بولا۔

''میرے یقین کرنے سے کیا ہوتا ہے آیان!'' کاظمی صاحب اس کی پوری بات سن کر قدرے نرمی سے گویا ہوئے۔

''جو سب کے سامنے ہے بس وہی نظر آتا ہے۔ بہر حال کمپنی کے اصولوں کے مطابق آپ ابھی اور اسی وقت کمپنی کا یہ نقصان پورا کرنا ہو گا۔''

''لیکن جب میں نے یہ سب کیا ہی نہیں ہے تو......''

''کیسے ثابت کریں گے آپ؟'' کاظمی صاحب۔ اس کی بات کاٹ کر بولے۔

''لیکن اگر آپ یہ نقصان پورا نہیں کریں گے تو کمپنی آپ پر کیس کر سکتی ہے اور غبن اور دھوکہ دہی کے جرم میں آپ کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔''

وہ پریشانی اور بے بسی کے عالم میں سر جھکائے ان کی بات سنتا رہا پھر تھوڑی دیر بعد گویا

ہوا۔
''کاظمی صاحب میں، میں میم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''
''ہاں ٹھیک ہے آپ ان سے بھی مل لیں۔''
ان کے کہنے پر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔
اسے پکا یقین تھا کہ وہ اس پر اس کی بات پر تبار کر لے گی اور اسے بھی ثابت قدم رہنے کا سورہ دے گی۔
اسی یقین کے ساتھ وہ اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
''آؤ آیان بیٹھو۔''
اس کے کہنے پر وہ اس کے سامنے والی چیئر پر بیٹھ گیا۔
''میم! مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کاظمی صاحب کا کہنا ہے کہ میں......''
''آیان وہ جو کہہ رہے ہیں کمپنی کے اصولوں کے مطابق کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ پورے اسٹاف کے سامنے اس کیس کے سلسلے میں وہی جوابدہ ہوں گے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔
''اور، اور تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا۔''
وہ شدید حیرانگی کے عالم میں اسے دیکھنے لگا۔
وہ یہ سب کیا کہہ رہی تھی؟
حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ اس نے اس پر اعتبار کیا تھا تب ہی اتنی بڑی ذمہ داری اسے سونپی تھی ناں۔ پھر، پھر وہ ہی اسے موردالزام ٹھہرا رہی تھی۔
یکدم اسے اپنے دماغ کی رگوں میں بہتا خون تیز تیز دوڑتا ہوا محسوس ہوا۔
وہ مزید اس کی جانب نہ دیکھ سکا اور سر جھکا لیا۔
''مگر آیان میں، میں یہ سب نہیں چاہتی۔''
وہ بول رہی تھی اور اسے اس کی آواز بہت دور سے آتی سنائی دے رہی تھی۔
''مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ......''
اس کی بات پر اس نے یکدم سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
پتہ نہیں کیوں وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لئے چھلکتی بے اعتباری کی ہلکی سی لکیر کو محسوس کر رہا تھا۔
تب ہی وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور مضبوط لہجے میں گویا ہوا۔
''میں قبول کرتا ہوں کہ یہ غبن میں نے کیا ہے اور آپ جو فیصلہ کریں گی، مجھے منظور ہوگا۔''
اتنا کہہ کر اس نے اپنی جیب سے گاڑی کی چابی نکال کر ٹیبل پر رکھی اور جانے کے لئے مڑ گیا۔
اور وہ غائب دماغی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس سے مل کر اسے اپنی زندگی کی ہر کمی پوری محسوس ہونے لگی تھی۔ جس کے باعث رشتوں کی تشنگی کا احساس اس کے اندر سے مٹتا جا رہا تھا۔ جس کی مدد سے وہ آج اپنی پراپرٹی پر کھڑی تھی ورنہ...... شاید یہ سب اس کے پاس نہ ہوتا اور، اور جس کو اس نے زندگی میں پہلی بار چاہا تھا اور جس کے ساتھ اپنی پوری زندگی گزار کے خواب دیکھنا اسے اچھا لگتا تھا۔
سب کچھ جاننے کے باوجود اس کا دل کہتا تھا کہ آیان ایسا نہیں کر سکتا مگر آج......
''کاش، کاش تم کبھی یہ قبول نہ کرتے آیان!''
اس نے اپنے دل میں کچھ ٹوٹتا ہوا محسوس کیا۔
اسے ہر شے دھندلی سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولتے کھولتے پلٹ کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ فوراً سر جھکا گئی

تھی۔
جب کہ وہ اس کی آنکھوں میں چھلکتی نمی کو دیکھ کر فوری طور پر کچھ بھی نہ سمجھ سکا اور باہر نکل گیا۔
اسے اپنا اٹھتا ہر ہر قدم ایک ایک من کا لگ رہا تھا۔ آج اس نے ایک ہی لمحے میں اپنی ساری انا خود داری اور دیانتداری کو پس پشت ڈال دیا تھا۔
وہ چند الفاظ کہتے ہوئے وہ اندر سے کس قدر ٹوٹ چکا تھا اس کا اندازہ تو شاید اسے خود بھی نہیں تھا۔ اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں ایسا سوچ سکتی ہے۔
''کیا تھا روحہ اگر تم میرا اعتبار کر لیتیں، اگر تم میری آنکھوں میں رقم سچائی کو پڑھ لیتیں، میرے چہرے پر تحریر ان سوچوں کو پڑھ لیتیں جن کے باعث میں تم پر یقین رکھتا چلا گیا تھا۔ میں تو تم پر اپنے جذبوں کو کبھی ظاہر نہیں کر پایا صرف یہ سوچ کر کہ تمہارے اور میرے درمیان ''اوقات'' کا لفظ نمایاں تھا اور اب...... اب تو ایک دیوار آ کھڑی ہوئی ہے کبھی نہ گرنے والی دیوار۔''
پتہ نہیں وہ کون سا لمحہ تھا جس کی گرفت میں وہ خود کو کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔ جب پہلی بار اس کی نظریں بار بار بھٹک کر اس چہرے کو دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ اس کی گہری براؤن آنکھوں میں وہ اپنا عکس دیکھنا چاہتا تھا مگر......
کتنی بے رحمی سے تم نے دو سال کا یہ ساتھ ختم کر دیا۔
وہ بھی ذرا سی بے اعتباری کے باعث۔ وہ بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔
اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ اب کچھ بھی سوچنا نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر...... مگر اس کی آنکھوں میں موجود نمی کو وہ کسی طور بھلا نہیں پا رہا تھا۔

اس کے انداز کلام میں کچھ نرمی سی تھی
اس کی باتوں میں بھی ہم کلامی سی تھی
تھا میرے پاس آرزوؤں کا ایک انبار
اس کے پاس مگر، خواہشوں کی کمی سی تھی
اس کے التفات کی کب سے تھا منتظر میں
اس کی آنکھوں میں مگر، کچھ برہمی سی تھی
دیا تھا اس کی آنکھوں نے پیام زندگی مجھے
پر کہا اس نے، یہ تمہاری خوش فہمی سی تھی
جب بدلیں اس نے مجھ سے راہیں وفا کی
پھر کیوں اس کی آنکھوں میں کچھ نمی سی تھی

''روحہ میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہ رہی تھی۔''
وہ ابھی ابھی آفس سے آئی تھی جب ممانی نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا اور پھر بولنا شروع ہو گئیں۔
''جی کہیے ممانی!''
وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولی۔
''وہ اصل میں روحہ کل تمہارے ماموں کا فون آیا تھا وہ چاہ رہے تھے کہ تنویر کے لئے کوئی لڑکی پسند کر لوں تا کہ پھر اگلے ماہ اپنی بہو کے ساتھ ہی فرانس واپس جاؤں۔ مگر مجھے تو یہاں ایسی کوئی لڑکی نظر نہیں آتی جو میرے بیٹے کے قابل ہو۔'' ان کے طرز تخاطب میں غرور واضح تھا۔ وہ غائب دماغی سے ان کی باتیں سنتی رہی۔
''روحہ مگر تنویر تمہیں پسند کرتا ہے اور پھر مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے تمہارا کیا خیال ہے؟''
ان کی بات میں احسان نمایاں تھا۔ جیسے وہ اس سے یہ بات کر کے بہت بڑا احسان کر رہی ہوں۔
وہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد سنبھل کر بولی۔
''مگر ممانی میں، میں نے تو تنویر کے بارے میں ایسا کبھی نہیں سوچا اور ویسے بھی میرا

digestlibrary.com

شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"
اس نے مناسب الفاظ میں کہا۔
"ایسا کیسے ہوسکتا ہے بیٹا!" وہ اس کا انکار سن کر کچھ پریشان سی ہوگئی تھیں۔
"تم یہاں اکیلی ہو اور پھر کیسے گزارا ہوگا تمہارا، کون ہے جو تمہیں پوچھے گا؟"
"پلیز ممانی یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ پریشان مت ہوں۔"
وہ قطعی انداز میں بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
تو وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔
کمرے میں آتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔ نہ جانے کتنے دنوں کا غبار تھا، جو نکل رہا تھا۔
اس نے تو کبھی آیان کے سوا کسی اور کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا تھا۔ مگر، مگر وہ اس سے اتنا دور تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود اس سے مل نہیں سکتی۔
یہ احساس اسے اندر ہی اندر مار رہا تھا۔
کافی دیر بعد جب وہ سنبھلی تو شاور لے کر کمرے سے باہر نکل آئی۔
اسے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ وہ ریشمیاں کو چائے کے لئے کہنے کچن کی طرف جا رہی تھی جب ڈرائنگ روم سے آتیں ممانی کی دبی دبی آوازوں نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔
"تم تو کہتے تھے کہ تمہاری اس ترکیب سے وہ اسے بھول کر تمہاری طرف دوڑی چلی آئے گی مگر کیا ہوا؟ وہ تو......"
"مما پلیز میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں مجھے مزید پریشان مت کریں۔"
تنویر نے جھنجلا کر کہا۔ تو ممانی اس پر برس پڑیں۔
"تمہیں کیا پریشانی ہے؟ ٹینشن تو مجھے ہے کہ اتنی بڑی جائیداد اور بزنس ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے اور ادھر سے ہر روز تمہاری بیوی کے فون آ

جاتے ہیں کہ اس کے باپ سے لیا ہوا قرضہ واپس نہیں کیا۔ میں پوچھتی ہوں کہ وہ پچاس لاکھ روپے تم نے کہاں جھونک دیئے جو روحہ کے آفس سے نکلوائے تھے۔"
"میں نے وہ پیسے اپنے پاس ہی رکھے ہوئے ہیں بس ایک دو دن تک فرانس بھجوا دوں گا۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ اس کے دل میں آیان کی طرف سے نفرت ڈال دوں گا اور وہ، مگر اب میں کیا کروں؟ کوئی دوسرا راستہ ہی نکالنا پڑے گا۔" اس نے مکاری سے کہا۔
ان کی باتیں سن کر اسے اپنے پاؤں پر کھڑے رہنا دوبھر ہوگیا۔
"اتنے چالاک اور مکار ہیں یہ لوگ کہ یہ بھی جان گئے تھے کہ میں آیان کو پسند کرتی ہوں اسی لئے سب سے پہلے مجھے اس سے متنفر کرنا چاہا اور میں......"
اس کا دماغ گھوم رہا تھا اور دل پھٹتا جا رہا تھا۔
تب ہی بالکل اچانک اس کا سر تیزی سے چکرایا اور وہ گرنے ہی والی تھی کہ فوراً اس نے پاس پڑی چیئر کو زور سے تھام لیا اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔
مگر اس سے ان کی مکاری بالکل برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ فوراً ان کے سروں پر جا پہنچی۔
"اور بھی کچھ پلان کیا ہے آپ لوگوں نے میرے لئے۔"
اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ دونوں سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ اچانک اس افتاد کو دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔
"ارے بیٹا!......"
"چپ کر جایئے۔" وہ تقریباً چیخ ہی پڑی۔
"مت کہیے مجھے بیٹا۔ آپ لوگ اس قدر گر سکتے ہیں میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ مگر اس میں آپ لوگوں کا کوئی قصور نہیں۔ میں ہی اپنوں کو

ترستے ترستے آپ جیسے لوگوں پر اعتبار کرنے لگی گئی مگر...... اپنی وے اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں آپ دونوں کو یہاں سے بے عزت کر کے نہ نکالوں تو یہاں سے ابھی اور اسی وقت چلے جائیں۔''

''روحہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

تنویر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ مگر وہ مزید چیخ کر بولی۔

''ایک لفظ بھی نہیں سنوں گی میں، اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور یہاں سے چلتے نظر آؤ۔ میں تمہارے ساتھ ایک لمحہ نہیں گزار سکتی اور تم میرے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔''

اس کی بات پر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

''دیکھو روحہ!''

''دیکھو گے تو تم تنویر، اگر تم پانچ منٹ میں یہاں سے باہر نہیں چلے گئے تو......'' وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کرنے والے انداز میں کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''اشرف، ان دونوں کا سامان باہر نکالو اور انہیں خود بھی اور اگر نہ جائیں تو پولیس کو فون کر کے یہاں بلا لینا۔''

وہ اپنے ملازم کو ہدایت دیتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

جب کہ وہ سارا منصوبہ ناکام ہونے پر ہاتھ مسلتے ہوئے طوعاً وکرہاً وہاں سے نکل گئے۔

کتنی ہی دیر سے وہ دروازہ کھٹکھٹانا چاہ رہی تھی مگر اس کا ہاتھ آدھا راستہ طے کر کے واپس پلٹ آتا تھا۔ وہ اپنی ساری ہمتیں مجتمع کرنے کے باوجود دروازہ ناک نہ کر سکی بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کتنی کمزور اور بے بس ہو گئی تھی وہ کچھ ہی دنوں میں۔

کتنا اعتماد دیا اس شخص نے اس کے وجود نے، اس کے ساتھ نے اور اب...... اب کیا رہ گیا تھا اس کے پاس۔

اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا مگر وہ بھی کیا کرتی؟ وہ تو ہر طرف سے گھر گئی تھی۔ مگر اس کا دل کب مانتا تھا کہ یہ سب اسی نے کیا تھا۔

اس نے ایک بار پھر ہمت کر کے اور کپکپاتی انگلیوں سے دروازہ ناک کرنے لگی۔

''دروازہ کھلا ہے آ جاؤ۔'' اندر سے آنے والی ایک نحیف سی آواز پر اس نے دروازہ کو ہلکا سا پش کیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

وہ اندر داخل ہو گئی۔

اندر کا منظر ہی کچھ اور تھا۔

چاروں طرف ٹین کے خالی کنستر اور لوہے کا ٹوٹا پھوٹا سامان بکھرا پڑا تھا۔ انہیں کے درمیان ایک عمر رسیدہ عورت بیٹھی اس سامان کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کر رہی تھی۔

صاف ستھرا سا یہ صحن اسے کس قدر پسند تھا اور اب...... اب اس کی حالت دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

''کون ہے بھئی؟''

وہ بوڑھی عورت اپنی عینک درست کرتی ہوئی اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

''جی وہ مجھے آیان رضا سے ملنا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''وہ، وہ لوگ اب یہاں نہیں رہتے۔'' اس عورت نے بتایا اور واپس اسی سامان کے درمیان جا بیٹھی۔

''کہاں رہتے ہیں وہ لوگ اب؟'' اس نے کانپتے دل سے پوچھا۔

نہ جانے وہ لوگ کہاں گئے ہوں گے اور وہ انہیں ڈھونڈ بھی سکے گی یا نہیں؟ وہ تاسف میں گھر گئی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس عورت نے جواب

digestlibrary.com

آئی تھی جو اس کی کالونی میں ہی رہتی تھیں۔ وہ بھی چونکہ اکیلی تھیں اسی لئے اس سے اکثر ملنے آ جاتیں اور وہ بھی ان کی محبت میں ان کے گھر ہو آتی۔ مگر کچھ دنوں سے وہ اس سے ملنے نہیں آ رہی تھیں تو اسے تشویش ہو رہی تھی ان کی طرف سے۔ لہٰذا آج وہ ان کے آفس ہی جا پہنچی تھی کہ وہاں تو ان سے ملاقات ہر صورت ہو جائے گی۔

مگر وہ اس کی بات سن کر ہی پریشان ہو گئی تھیں کہ وہ مستقل طور پر انگلینڈ شفٹ ہو رہی ہے اور یہاں سے سارا بزنس وینڈ اپ کر کے وہاں کوئی چھوٹا سا بزنس اسٹارٹ کرے گی۔

''روحہ تم یہ بالکل اچھا نہیں کر رہیں۔''

انہیں اس کے وہاں جانے کا بہت دکھ ہو رہا تھا۔ کچھ ہی عرصے میں وہ انہیں بہت عزیز ہو گئی تھی اور اب اس سے دوری ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''میرا یہاں دل نہیں لگتا آنٹی اور، اور ویسے بھی مجھے لوگوں کی پہچان ہی نہیں ہے۔ اچھے لوگوں کو کھو دیتی ہوں میں۔''

وہ اپنی رو میں بول رہی تھی جب کہ آنٹی صوفیہ اسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھیں۔

''لوگ تو ہر جگہ ہوتے ہیں روحہ اور پھر جہاں تم جا رہی ہو وہاں تو تم کسی کو بھی نہیں جانتیں۔''

انہوں نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔

''میں کبھی کسی کو بھی نہیں جان سکتی آنٹی۔''

اتنا کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا سی گئی تھی۔ ساتھ ہی اس شخص کا چہرہ بھی اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔

پتہ نہیں اسے کون سا دکھ مار رہا تھا۔

وہ ابھی اس سے کچھ پوچھنے ہی والی تھیں کہ دروازہ پر ہونے والی ناک نے انہیں روک دیا۔

''یس کم ان۔''

انہوں نے ناک کا جواب دیا تو وہ آنکھوں میں آئی نمی کو انگلیوں کی پوروں سے صاف کرنے لگی۔

''ایکسکیوزمی میڈیم اس فائل پر آپ کے سائن چاہیں تھے۔''

اپنی پشت سے آتی اس آواز پر وہ چونک سی گئی۔

وہ چلتا ہوا اب تک کافی قریب آ چکا تھا۔

اس کا دل بری طرح دھڑک اٹھا۔ گردن موڑ کر دیکھنے کی اس میں بالکل ہمت نہیں تھی۔

''آیان میں نے تمہیں کہا ہوا ہے تم سائن کر دیا کرو مگر تم ہو کہ۔'' ان کی بات پر وہ محض مسکرا کر رہ گیا اور ٹیبل کے دائیں سائیڈ پر آ کھڑا ہوا اور فائل ان کے سامنے رکھ دی۔

تب ہی بالکل اچانک اس کی نظر سامنے چیئر پر جا پڑی جہاں وہ بیٹھی تھی۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ محض ایک نظر ہی اسے دیکھ پایا تھا۔ شاید مزید دیکھ لیتا تو خود پر اختیار ہی کھو دیتا۔ وہ فوراً ان کی جانب متوجہ ہو گیا جو شاید اسی سے مخاطب تھیں۔

''اب میری ہر فائل پر تم سائن کرو گے اچھا میں تو تھک جاتی ہوں یہ ڈھیروں فائلیں دیکھ دیکھ کر۔''

''آپ مجھ پر اعتبار کرتی ہیں میم بس میرے لئے یہی بہت ہے۔'' اس نے کہا۔

''ارے یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔'' وہ قدرے حیرانی سے اسے دیکھ کر بولیں۔

''میں تم پر شک کر سکتی ہوں کیا۔ تم میرے اپنے ہی تو ہو۔''

''تھینک یو میم کہ آپ مجھے اپنا سمجھتی ہیں ورنہ ہر کوئی تو ایسا نہیں سمجھ لیتا۔''

پتہ نہیں اس کے لہجے میں کیا تھا وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

وہ فائل بند کر رہا تھا۔

''ارے میں تو تمہارا تعارف کرانا ہی بھول گئی۔'' وہ عینک اتار کر ٹیبل پر رکھ رہی تھیں جب اچانک ان کی نظر اس پر جا پڑی۔

''آیان یہ روحہ ہے بالکل میری بیٹی جیسی ہے اور روحہ یہ آیان ہے پچھلے ڈیڑھ سال سے یہ میرے پاس جاب کر رہا ہے۔ یہ بھی میرے بیٹوں سے کم نہیں ہے۔ ہر طرح سے میرا خیال رکھتا ہے۔ بہت محنتی اور ایماندار ہے اس کی یہی دو خوبیاں مجھے اس کے قریب لے آئی ہیں ورنہ آج کل تو قدم قدم پر دھوکہ ہے۔''

اس نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''جی آنٹی میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

اس کی بات پر اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ٹھہرا نہیں اور اجازت لے کر فوراً باہر نکل گیا۔ جب کہ وہ قدرے اطمینان سے کرسی کی پشت پر سر ٹکائے ان کی باتیں سنتی رہیں۔

پتہ نہیں اسے کس چیز نے مطمئن کر دیا تھا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر یا شاید اس کی آنکھوں میں نفرت کی بجائے اپنے لئے محبت دیکھ کر۔ صرف ایک لمحے نے اسے بالکل شانت کر دیا تھا جب اس نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''تم سن رہی ہو روحہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟''

وہ اس کی غائب دماغی پر اسے ٹوکتے ہوئے قدرے خفگی سے گویا ہوئیں تو وہ ہنس ہی پڑی۔

''جی میں سن رہی ہوں آنٹی۔''

''پھر بتاؤ کہ تم واقعی انگلینڈ جا رہی ہو۔''

ان کی سوئی پھر اسی بات پر آ کر رک گئی تھی۔

''اگر کسی نے روکا تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔''

اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جانے کے لئے ان سے اجازت طلب کرنے لگی۔

''ایک تو مجھے تمہاری ہر بات مشکل سے سمجھ آتی ہے۔''

انہوں نے محبت سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تو وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

''آپ؟'' نازیہ نے جونہی دروازہ کھولا تو اسے اپنے سامنے دیکھ کر بے اختیار اس سے لپٹ گئی۔

اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

''آپی، آپ امریکہ سے کب آئیں؟''

اس کے سوال پر وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کا مطلب تھا کہ آیان نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔

اس نے قیاس آرائی کی۔

''بھائی نے بتایا تھا کہ آپ امریکہ گئی ہیں اپنے انکل سے ملنے کے لئے۔ لیکن آپی دو سال تک آپ نے ہمیں بالکل بھلا دیا تھا ناں۔ یہاں تک کہ کوئی فون بھی نہیں کیا۔'' وہ شکایتی انداز میں بولی تو وہ بوکھلا سی گئی۔

''وہ اصل میں نازیہ، ہاں تم لوگوں نے گھر شفٹ کر لیا تھا ناں اس لئے۔''

''او ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔'' وہ ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔

''آنٹی کہاں ہیں؟'' اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ نماز پڑھ رہی ہیں۔ آپ ٹھیک طرح بیٹھیں آپی۔ میں آپ کے لئے گرم گرم چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

''نہیں نازیہ ابھی نہیں۔ بس تم یہیں بیٹھو میرے پاس۔''

''آپی آپ کو ہمارے نئے گھر کا ایڈریس کس نے دیا؟'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''تمہارے بھائی نے۔''

اب وہ کیا بتاتی کہ اس نے کتنی مشکلوں سے

digestlibrary.com

اس کے آفس سے اس کا ایڈریس حاصل کیا تھا۔ وہ آنٹی صوفیہ کو اس بارے میں ابھی کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔
''آپ بھائی سے مل چکی ہیں؟'' ایک بار پھر اس نے حیرانگی سے سوال کیا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔
''ہاں بالکل۔'' اس نے جواب دیا۔
''لیکن بھائی نے تو ہمیں نہیں بتایا۔''
''بھول گئے ہوں گے۔'' اس نے اس کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا تو وہ معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگ گئی۔
''اور سب تو خیریت ہے ناں نازیہ؟'' تھوڑی دیر بعد اس نے استفسار کیا۔
''جی آپی سب ٹھیک ہے بس ڈیڑھ سال پہلے کچھ پرابلمز ہوگئے تھے۔'' اس نے بتایا۔
''کیوں، کیا ہوا تھا؟'' وہ شاید سب کچھ جاننا چاہ رہی تھی۔
''بس آپی، آپ جیسے ہی امریکہ گئیں تو بھائی کی جاب کا مسئلہ ہو گیا۔ پھر انہیں دنوں امی کی طبیعت بھی بہت زیادہ خراب رہنے لگی تھی۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور وہ کئی دنوں تک آئی سی یو میں رہیں۔ بھائی کی جاب تو ویسے بھی نہیں تھی اور اخراجات بہت بڑھ گئے تھے۔ تب ہی مجبوراً بھائی کو وہ گھر بیچنا پڑ گیا۔ امی کے علاج پر اچھی خاصی رقم خرچ ہوئی تھی اور ہم کرائے کے گھر پر گزارا کر رہے تھے۔ بھائی نے کئی جگہ اپلائی کیا ہوا تھا۔ پھر اچانک انہیں اس کمپنی میں جاب مل گئی جہاں وہ آج کل جاب کر رہے ہیں۔''
وہ سانس لینے کو رکی پھر دوبارہ گویا ہوئی۔
''کچھ عرصہ پہلے ہی بھائی نے یہ گھر خریدا ہے۔ سچ آپی اگر بھائی نہ ہوتے یا اتنے اچھے نہ ہوتے تو ہم لوگ پتہ نہیں کیسے جی پاتے۔''
بولتے بولتے اس کا گلہ رندھ گیا تھا۔ اس نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔
''نازیہ ایک کپ چائے۔'' وہ بولتا ہوا کمرے میں داخل ہو رہا تھا جب اس کی نظر اس پر جا پڑی وہ رک کر اسے دیکھنے لگ گیا۔ پھر وہیں سے واپس پلٹ رہا تھا کہ نازیہ نے اسے جا لیا۔
''بھائی آپ شرط ہار گئے۔ میں نے آپ سے کہا تھا ناں کہ روحہ آپی امریکہ سے واپس آنے کے بعد ہم سے ضرور ملنے آئیں گی۔'' وہ خوشی سے اس کے بازو کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بولی گویا وہ چلا نہ جائے۔
''میں تمہاری شرط ضرور پوری کروں گا۔ لیکن ابھی مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے تم جلدی سے چائے بنا دو۔'' وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولا۔
وہ مطمئن انداز میں فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔ تو وہ بھی باہر کی طرف بڑھ ہی رہا تھا جب اس کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔
''آیان!''
وہ پلٹ کر سوالیہ انداز میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔
''مجھے معاف کر دو آیان۔'' اس کی آواز میں کپکپاہٹ نمایاں تھی۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔
''اس وقت جو کچھ بھی ہوا محض غلط فہمی کی بنا پر ہوا تھا مگر اس کا مطلب یہ تو ہرگز نہیں تھا کہ میں تم پر شک کر رہی تھی۔ میں تم پر کبھی بھی شک نہیں کر سکتی آیان۔''
اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی مگر شاید وہ بے خبر تھی تب ہی بولتی چلی گئی۔
''میں نے اگر زندگی میں کسی پر اعتبار کیا ہے تو وہ صرف تم ہو آیان مگر تمہیں لگا کہ میں ذرا سی بے اعتباری کے باعث تم کو...... جو تم نے اس وقت کیا۔ میں نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ تمہارے اور میرے بیچ اعتبار ہی تو تھا

پھر کیسے تمہیں بے اعتبار سمجھ سکتی تھی میں۔''
اس کی پلکوں پر اٹکے آنسو اس کے چہرے پر بکھر گئے تھے۔ اس نے فوراً سر جھکا لیا۔ وہ خاموشی سے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو اپنی آنکھوں میں جذب کر رہا تھا۔ شدید وہ ہی اس دن غلطی پر تھا۔ چند لمحے گزرنے کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ گیا۔
اس نے یکدم سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پر ہی کھڑا تھا۔
اس کا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ وہ سر سے پاؤں تک کانپ کر رہ گئی۔
اس نے مزید اس کی طرف نہ دیکھا گیا اور فوراً سر جھکا لیا۔
''بس یا اور کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ؟''
اس نے انتہائی نارمل سے انداز میں پوچھا۔
وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر کچھ دیر بعد بولی۔
''تمہیں لگتا ہے کہ اب بھی مجھے ہی کچھ کہنا چاہیے۔''
اس کے لہجے سے شکوہ جھلک رہا تھا۔ فوری طور پر وہ اسے کچھ بھی نہ کہہ سکا پھر جانے کے لئے واپس مڑ گیا۔ تو وہ گویا پھٹ ہی پڑی۔
''تم نے اس وقت بھی کچھ نہیں کہا تھا آیان۔ بس سارا الزام اپنے سر لیا اور چلے گئے۔ یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ تمہارے ان چند الفاظ نے مجھے کتنی اذیت پہنچائی تھی۔ کاش کاش تم مجھ سے شکوہ کرتے آیان۔ مگر تم شکایت بھی کیوں کرتے؟ تم نے مجھے کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں تھا۔''
''کس حق کی بناء پر میں آپ سے شکوہ کرتا یا آپ کو اپنا سمجھتا۔'' وہ اس کی طرف پلٹ کر بولا۔
''جو محبت تم مجھ سے کرتے ہو، وہی محبت تمہیں یہ حق دیتی ہے۔''
اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔
بالآخر وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی نہ جانے کتنی ہی دیر تک وہ اسے ساکت نظروں سے دیکھتا رہا۔
اس نے تو ہمیشہ اپنے جذبوں کو اس سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی تھی کہ کہیں وہ اس کی محبت کو ٹھکرا نہ دے، پھر آج، آج کیسے اس کی محبت اس کے لبوں پر آ ٹھہری تھی جس سے وہ بے پناہ محبت کرتا آیا تھا۔
اس دن اس کی آنکھوں میں موجود نمی کو دیکھ کر وہ کوئی نام نہیں دے سکا تھا مگر اس کا دل کہتا تھا کہ جو درد وہ اپنے دل میں اس کے لئے محسوس کرتا ہے وہی درد اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا اور پھر وہ عجیب سی حالات میں گھرتا چلا گیا۔ وہ خود کو اس کے قابل نہیں سمجھتا تھا مگر پھر بھی اس کا دل چاہتا تھا کہ زندگی میں ایک بار اس سے اس کا سامنا ہو جائے اور جب اس نے اس دن میڈم صوفیہ کے آفس میں دیکھا تو اسے یوں لگا جیسے وہ اس سے دور نہیں ہے۔ اس دن بھی اس کی آنکھوں میں کچھ نمی سی تھی۔ وہی نمی جو اس نے اس دن دیکھی تھی اور پھر وہ بے حد مطمئن ہو گیا تھا اور شانت تو وہ آج بھی ہو گیا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر پلٹ گیا۔ کمرے سے باہر نکل گیا اور وہ ایک بار پھر اسے دھندلی آنکھوں سے جاتا دیکھتی رہی۔ اس سے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا تھا۔
وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔
تب ہی آنٹی کمرے میں داخل ہوئیں وہ فوراً ان کے سینے سے جا لگی اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسے چپ کراتے کراتے وہ خود بھی آبدیدہ ہو گئی تھیں۔
جس وقت نازیہ کمرے میں چائے کی ٹرے

digestlibrary.com

لیئے داخل ہوئی۔ دونوں ہی رونے میں مصروف تھیں۔ وہ آگے بڑھ گئی اور اسے چپ کرانے لگی تو امی بھی اس کی آنکھوں میں آنسو صاف کرنے لگیں۔

اسے کل رات سے ہی شدید بخار ہو رہا تھا مگر وہ نظرانداز کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ اب اپنی پیکنگ کرتے ہوئے اسے شدید کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ نقاہت کے باعث اسے اپنا پورا بدن ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا مگر وہ لاپرواہی سے پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔

پورے کمرے میں جا بجا سامان پھیلا ہوا تھا۔ وہ ترتیب سے ایک ایک چیز اٹھا کر بیگ میں رکھ رہی تھی اور اس دوران بار بار اس کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔ مگر وہ بے دردی سے آنکھوں کو صاف کرتی اور دوبارہ مصروف ہو جاتی۔

''کہاں جا رہی ہیں آپ؟''

نہ جانے کب وہ کھلے دروازے سے اندر آیا تھا اسے بالکل احساس تک نہ ہوا تھا۔

اس کی آواز پر اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔

وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پر ہی کھڑا تھا۔

وہ چند لمحے اسے حیرانگی سے دیکھتی رہی پھر رخ موڑ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

''کہاں جا رہی ہیں آپ؟''

اس نے دوبارہ وہی سوال کیا۔

''میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''جی ہاں ضروری اس لئے نہیں ہے کیونکہ آپ کا ملازم جو رہ چکا ہوں۔'' اس نے تپانے والے انداز میں کہا تو وہ بھی تپ ہی گئی تھی۔

وہ سرخ چہرہ لئے اس کی طرف مڑی اس نے بھلا کس دن اسے ملازم سمجھا تھا۔

پھر کچھ سوچ کر واپس پلٹ گئی اور کپڑے بیگ میں رکھنے لگی۔ لیکن اچانک کسی خیال کے تحت وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

''تم، تم میرے کمرے میں کیسے آئے کس نے حق دیا ہے تمہیں۔''

''اسی محبت نے جو تم مجھ سے کرتی ہو۔'' وہ دھیرے سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔

''روحہ میں محبت کرتا ہوں تم سے یار۔''

پتہ نہیں اس کے لہجے میں کیا تھا جو اس کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔

وہ ایک ہاتھ کی مدد سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا تو وہ سر جھکائے رو پڑی۔

''ویسے روحہ کیا بات ہے اس شخص میں کہ جسے دیکھ کر تمہاری آنکھوں میں چمک بڑھتی ہے اور جس کے پلٹ جانے سے تمہاری آنکھوں میں نمی سی جھلکنے لگتی ہے۔ آخر کوئی تو بات ہو گی اس شخص میں، ہے ناں۔''

وہ اس آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہا تھا۔

''ایک بات ہے اس میں۔'' وہ بولی۔

''وہ یہ کہ وہ شخص قابل اعتبار ہے۔''

اس کی بات پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا اور محبت پاش نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ جس کی آنکھوں میں اب بھی کچھ نمی سی تھی۔ مگر یہ نمی اسے بہت عزیز تھی۔ اس نے اس کے پلکوں پر اٹکے ایک آنسو کو اپنی دو انگلیوں میں جذب کر لیا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ اسے اپنے چاروں طرف محبت کا ایک مضبوط حصار محسوس ہو رہا تھا۔ اب وہ اکیلی نہیں تھی کوئی تھا جو خوشبو کی طرح اس کے اردگرد چھا گیا تھا۔

☆☆☆